المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-جے ماڈل ٹاؤن-لاہور
نمبر ....

معرکۂ ایمان و مادیت

www.KitaboSunnat.com

یعنی

سورۂ کہف کا مطالعہ تفسیر قرآن، حدیث، قدیم تاریخ
جدید معلومات اور حالات حاضرہ کی روشنی میں

تالیف: مولانا ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ: مولانا محمد الحسنی مدیر "البعث الاسلامی"

(ناشرین)

ملک برادرز، ناشران و تاجران کتب، کارخانہ بازار، لائل پور

فون نمبر ۴۳۷۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

238.6
اب و.م

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

سنہ ۱۳۹۲ھ ــــــ سنہ ۱۹۷۲ء

طابع وناشر: ــــــ ملک برادرز، کارخانہ بازار ــــــ لائل پور

کتابت: ــــــ محمد یوسف۔ حضرت کیلیانوالہ (گوجرانوالہ)

طباعت: ــــــ پنجاب آرٹ پریس لاہور

قیمت: ــــــ چھ روپے ۶/۰۰

www.KitaboSunnat.com
423

ملنے کا پتہ

ملک برادرز ــــــ کارخانہ بازار ــــــ لائل پور

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر 02374
۴۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۷۵ ۱۹۲۲/۸۲ ندوی

مقدمہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ صاحب فیروزپوری

فاضل مؤلف ایک مشہور مصنف ہی نہیں بلکہ ایک دعوتی اور اصلاحی تحریک کے داعیہ اور سرگرم مبلغ بھی ہیں۔ علامہ ندوی اپنی تمام تصانیف میں حُبِّ ایمانی اور جذبۂ اخلاص وعمل سے سرشار نظر آتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "معرکہ ایمان ومادیت" (یعنی دورِ حاضر کے انکشافات وحالات کی روشنی میں سورۂ کہف کا مطالعہ) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک کامیاب کوشش اور مؤلف بجا طور پر داد کے مستحق ہیں لیکن ایمان و مادیت کا یہ معرکہ سورۂ کہف کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ پورا قرآن ہی اس کا مظہر نظر آتا ہے۔

قرآن نے اپنی دعوت کی بنیاد اصول عقائد پر رکھی ہے کیوں کہ جب تک انسان کے عقیدہ اور فکر ونظر کے انداز میں تبدیلی پیدا نہ ہو نظامِ زندگی میں انقلاب ناممکن ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے وحی ورسالت کی صداقت پر ایمان کو لازم قرار دیا ہے اور پھر توحید وصفات باری تعالیٰ اور یوم آخرۃ پر ایمان کو متفرع کیا ہے اور یہی تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیستریں اصولِ عقائد میں ہو ایک مادہ پرست اور مومن آدمی کے مابین امتیازی نشان کی حیثیت رکھتی ہیں اور پھر امورِ مابعد الموت پر جس قدر ایمان زیادہ پختہ ہوگا اسی قدر انسان اپنی سیرت کی تعمیر میں سرگرمِ عمل رہے گا اور تبلیغ وجہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں ہر قسم کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا چلا جائے گا۔ فاضل مؤلف کا یہ جملہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

عقیدۂ آخرت قوت کا سرچشمہ اور ہمت وپیش قدمی کا سب سے بڑا محرک ہے۔

بہرحال مادہ پرستی نے جن فتنوں کو جنم دیا ہے اور اس پر جتنے معاشی اور معاشرتی نظام وجود میں آئے ہیں ان سب کے مخترع یہودی علماء ہی ہیں اور یہ نظامہائے زندگی وہ ہیں جو دورِ حاضر میں مذاہب کی جگہ لے رہے ہیں اس بنا پر یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ مادی فتنہ اپنے آخری دور میں ارتقائی صورت اختیار کرلے گا اور اس کے داعی کو شریعت کی زبان میں دجّال سے تعبیر کیا گیا ہے دجال کی یہ تعبیر کوئی اجنبی نہیں ہے بلکہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان سے قبل اکابر کی تالیفات سے اس قسم کی تعبیر پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اس دجالی فتنہ کا ایک دوسرا روپ بھی ہے یعنی جھوٹی نبوت کا لبادہ اوڑھ کر بہت سے دجّال ظہور کریں گے اور مذہبی رنگ میں لوگوں کو مادی قوتوں پر ایمان لانے کی طرف دعوت دیں گے ان کا خفیہ تعلق بھی صیہونیت سے ہوگا اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس فتنہ سے محفوظ فرمائے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب فتنہ مسیح دجّال کے شر سے پناہ مانگے تو اس قماش کے لوگوں کے دجل وفریب سے محفوظ رہنے کی بھی دعا کرے اور سورۂ کہف کی تلاوت کے دوران بھی یہ نیت کرلے۔

سورۂ کہف یا سورہ اصحاب الکہف کا اکثر حصہ قصص پر مشتمل ہے اور سورہ کی کل ایک سو گیارہ آیات میں سے ۷۱ آیات کے اندر یہ پھیلے ہوئے ہیں اس میں دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں یعنی قصہ اصحاب کہف اور قصہ ذوالقرنین۔ اور یہ دو قصے وہ ہیں جو کفار قریش کے امتحانی اسئلہ میں شامل تھے لیکن بایں ہمہ یہ سورہ مکی سورتوں کے جملہ خصائص پر مشتمل ہے اور مسلمانوں کی اس دور کی مکی زندگی پر منطبق ہو رہی ہے جس کی تفصیل اس کتاب میں مذکور ہے۔

اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے قصوں کی تحقیق میں علماء نے صدیوں پرانے تاریخی کتبات اور آثار کو چھان مارا ہے مگر اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاریخ ایک علم حادث ہے اور قرآن کے بیان کردہ واقعات تاریخ کے حدوث سے بہت پہلے ظہور پذیر ہو چکے تھے لہذا ان واقعات کی تحقیق کے بارے میں تاریخ سے فتویٰ پوچھنا اور اس پر اطمینان کا اظہار ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اس بارے میں تو وحی الٰہی ہی رہنما ہو سکتی ہے جن میں بڑا ذریعہ توراۃ تھی لیکن وہ چوں کہ تحریف کی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکی لہذا ان تاریخی واقعات کا تمام تر انحصار قرآن پر ہی ہے اور ہم قرآن کو یہ حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اس کے بیان کردہ واقعات کو تاریخ کی روشنی میں جانچا جائے اوّلاً تو اس لیے کہ علم تاریخ بعد کی پیداوار ہے اور ثانیاً اس لیے کہ تاریخ میں جو کچھ مذکور ہے وہ بہر حال انسانی ذرائع اور مساعی کا نتیجہ ہے مزید برآں تاریخ ان اخبار آحاد کے ملبہ سے مدون ہوئی ہے جن کے رواۃ کا ثقہ ہونا بھی ضروری نہیں اور پھر اس قسم کے محاکمہ کا وہ شخص کیسے قائل ہو سکتا ہے جو قرآن کو قول فیصل سمجھتا ہو اور نہ ہی تاریخ کا وہ طالب علم اسے گوارا کرے گا جو قواعد علمیہ کی روشنی میں بحث و تمحیص پر ایمان رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اصحاب کہف کے غار میں مدت قیام کے بارے میں تاریخی بیانات سے مرعوب ہو کر تاویل کی کمزور راہ اختیار کرنا ایک عالم کی شان سے بعید ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ قرآن نے جو تین سو نو سال بیان کیے ہیں وہی صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی حال قصہ ذوالقرنین کا ہے۔ علمائے تاریخ کی روشنی میں علماء نے اس سلسلہ میں اسکندر ذوالقرنین کا نام بھی لیا اور بعض عجمی بادشاہوں کا بھی مگر یہ حقیقت ہے کہ قرآن کا ذوالقرنین ان سے قطعاً مختلف ہے۔

اس سورہ میں فتنہ یاجوج ماجوج کی طرف بھی اجمالی اشارہ مذکور ہے۔ قرآن نے ان کے خروج اور فساد کو نہایت اختصار سے بیان فرمایا ہے اور اس کو "وعد ربی" سے تعبیر فرمایا ہے۔ آنحضرت نے بھی ان کے خروج کو قرب سے تعبیر فرمایا ہے حضرت زینب بنت جحش کی روایت میں ہے۔

وَيل للعرب من شرّ قد اقترب فتح اليوم من ردم يأجوج وماجوج مثل هذه الخ

بعض علمائے تفسیر نے اس وعدہ الٰہی سے تاتاریوں کا خروج مراد لیا ہے اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے گو یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے

قرآن نے فتنہ یاجوج ماجوج کے سلسلہ میں خاص طور پر یہ فرمایا:۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا

(۹۹)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خروج پر اقوام عالم میں انتشار و انارکی کی لہر دوڑ جائے گی اور بین الاقوامی حالات سمندر کی موجوں کی طرح اتار چڑھاؤ کی صورت اختیار کریں گے اور نفخۂ صور کے علاوہ اقوام عالم میں نظام اور صف بندی کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا۔

آج بین الاقوامی حالات کا مطالعہ کیجیے اور پھر قرآن کے اس مختصر تبصرہ کی داد دیجیے کیا ممکن ہے عالمی سیاست میں جو کشیدگی اور ہیجان پیدا ہو چکا ہے قیامت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یہ دور ہو سکے گا احادیث کی روشنی میں یاجوج ماجوج کے مزید انکشافات کو صفحۂ قرطاس پر لایا جا سکتا ہے جن میں آج کے انسان کی گرات سماویہ پر رسائی بھی شامل ہے۔

آخر میں ہم استدعا کریں گے کہ قرآن کا مطالعہ اگر دعوت اسلامیہ کے ارتقائی ادوار کی روشنی میں کیا جائے تو بہت سے مخفی زاویے سامنے آئیں گے اور سچ پوچھیے تو قرآن کو انہی علماء اسلام نے صحیح طور پر سمجھ پایا ہے جو عملاً بھی دعوت اسلامیہ کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے تبلیغ وجہاد کے میدان میں سرگرم رہے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر روح کی صفائی اور مجاہدہ نفس تو سمجھ میں آتا ہے مگر قرآن جیسی کتاب جو ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے اور اس کا مقصد اقامت دین کے لیے مجاہدین کی رہنمائی کرنا ہے۔ یہ خلوت میں بیٹھ کر مطالعہ سے سمجھ میں نہیں آسکتی اور پھر تفاسیر کا مطالعہ مزید حجاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے علماء کے متعلق کسی نے سچ فرمایا ہے۔

انما هم يقرأونه في الاوراق وهم قاعدون
وهذا الدين لا يفقهه القاعدون انما هو دين
القاعدين

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان وعمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم گفتار کی بجائے کردار کے غازی بنیں۔ آمین ثم آمین

خادم العلم
محمد عبدہٗ

قاسم منزل، حاجی آباد
لائل پور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○

معرکۂ ایمان و مادّیت

یعنی

سورہ کہف کا مطالعہ تفسیر قرآن، حدیث، قدیم تاریخ
جدید معلومات اور حالات حاضرہ کی روشنی میں

تالیف

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ

مولانا محمد الحسنی

ناشر

ملک برادرز پبلیشرز کارخانہ بازار لائلپور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات کتاب

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	۵
سورۂ کہف سے میرا تعارف	۷
عہد آخر کے فتنوں سے سورۂ کہف کا تعلق	۹
سورہ کا صرف ایک موضوع ہے۔	۱۰
دجال کی شخصیت کی کلید۔	۱۲
تہذیب و تمدن کی تشکیل اور انسانیت کی رہنمائی میں عیسائیت و یہودیت کا ملتا جلتا کردار۔	۱۴
سورۂ کہف کے چار قصے۔	۱۹
کائنات کے دو نظریے۔	۱۹
سورۂ کہف ایمان و مادیت کی کشمکش کی کہانی	۲۲
اصحاب کہف	۲۳
مسیحی لٹریچر اور مذہبی کہانیوں میں اصحاب کہف کا تذکرہ۔	۲۳
قرآن مجید نے اس قصہ کا انتخاب کیوں کیا؟	۳۸
مکہ کے اہل ایمان اور اصحاب کہف میں	

عنوانات	صفحہ
قدرِ مشترک	۴۳
تاریخ اپنے آپ کو بار بار دہراتی ہے	۴۷
بت پرستی و بے قیدی کی حکومت میں۔	۴۹
انقلابی مومن	۵۰
عقیدہ کے بغیر زندگی یا زندگی کے بغیر عقیدہ۔	۵۳
ترک وطن کا صحیح طریقہ۔	۵۴
ایمان و جوانمردی اور فرار الی اللہ کا انعام۔	۵۴
ایمانی غار کی زندگی۔	۵۷
روم میں حالات کی تبدیلی	۵۸
کل کے جلاوطن آج کے ہیرو۔	۶۱
مادیت پر ایمان کی فتح	۶۵
دجالی تہذیب میں مادیت اور اس کے علمبرداروں کی عظمت و تقدیس۔	۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
غلو اور انتہاپسندی اس تہذیب کی خصوصیت ہے	۶۸
عدل و اعتدال اس دین کا امتیاز ہے	۶۹
دو باغ والے کا قصہ	۷۳
مادی نظریات اور اس کی کوتاہ نظری	۷۴
ایمانی طرزِ فکر	۷۵
سورہ کی روح اور قصہ کی کلید	۷۷
مادی تہذیب کا اپنے وسائل و اسباب پر اعتماد	۷۸
امدادِ الٰہی پر ایمان و اعتماد	۷۹
دو باغ والے کا شرک	۸۱
عہد حاضر کا شرک	۸۲
دنیا کی زندگی قرآن کی روشنی میں۔	۸۴
آسمانی مذاہب اور مادی فلسفوں کا فرق	۸۹
مدرسۂ نبوت کے طالب علم اور ان کا کردار	۹۱
جدید ذہنیت اور عقیدۂ آخرت کی کمزور ترجمانی	۹۴
نبوت کی دعوت اور اصلاحی تحریکات کا فرق	۹۵
قوت کا سرچشمہ اور ہمت و پیش قدمی کا	

عنوانات	صفحہ
سب سے بڑا محرک	۹۶
ایمان بالآخرت اور رہبانیت میں کوئی نسبت نہیں	۹۷
حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ	۹۹
عجیب و غریب حالات	۱۰۱
حقائق کتنے عجیب ہوتے ہیں۔	۱۰۲
علم انسانی کمال اور حقیقت اشیاء تک نہیں پہنچتا۔	۱۰۴
مادی طرزِ فکر کو چیلنج	۱۰۵
ذوالقرنین اور آہنی پشتہ کی تعمیر	۱۰۶
صالح اور مصلح بادشاہ	۱۱۲
حکیم و دانا مومن کی بصیرت اور دینی سمجھ	۱۱۶
خالق کائنات سے بغاوت مغربی تہذیب کا مزاج ہے۔	۱۱۸
مادی تمدن کا نقطۂ اختتام	۱۱۹
دجال کی علامت کفر، فساد اور تباہ کاری	۱۲۰
زندگی اور معاشرہ پر دجال کا اثر	۱۲۲
وہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں	۱۲۵
علم اور عقل انسانی کی کوتاہ نظری	۱۲۶
نبوت کی ضرورت اور نبی کا امتیاز۔	۱۲۹
آخری بات	۱۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

پیش نظر کتاب معرکۂ ایمان و مادیت " راقم سطور کی عربی کتاب " الصراع بین الایمان والمادیۃ " کا اُردو ترجمہ ہے، یہ کتاب ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۱ء) میں دار القلم، کویت کی طرف سے شائع ہوئی، ترجمہ کی خدمت مصنف کی اکثر عربی کتابوں کی طرح اس کے برادر زادۂ عزیز مولوی محمد الحسنی مدیر " البعث الاسلامی " نے انجام دی، آیات کا ترجمہ زیادہ تر مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کے " ترجمان القرآن " سے ماخوذ ہے اس لیے کہ وہ ترجمۂ کتاب کی زبان اور طرز تحریر سے زیادہ ترمیل کھاتا ہے جہاں ان کا ترجمہ نہیں ملا وہاں دوسرے تراجم قرآن مثلاً " تفہیم القرآن " مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، نیز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ سے مدد لی گئی ہے۔

یہ کتاب کس طرح وجود میں آئی، اور اس کے مضامین اور مطالب کس طرح ارتقاء و تکمیل کی منزلوں سے گزرے، اس تفسیر و تشریح کی نوعیت کیا ہے، اس کے مضامین کے ماخذ کیا ہیں، اور کن حضرات کی تحقیقات اور غور و فکر سے اس میں مدد ملی، اس کا عصر حاضر کے حالات سے کیا تعلق ہے اور اس سورہ سے کیا رہنمائی اور روشنی حاصل ہوتی ہے ؟

ان سب سوالات کا جواب آپ خود اس کتاب میں پائیں گے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یہ کتاب اس سورہ کے علوم و حقائق پر غور کرنے اور قرآن مجید کے عام فہم و تدبر میں مدد دیگی

وما توفیقی الا باللہ۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ
۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورۂ کہف سے میرا تعارف:

جمعہ کے روز جن سورتوں کے پڑھنے کا شروع سے میرا معمول ہے، ان میں سورۂ کہف بھی شامل ہے[1]، حدیث نبوی کے مطالعہ کے دوران مجھے علم ہوا کہ اس میں سورۂ کہف پڑھنے اور اس کو یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس کو دجال سے حفاظت کا ذریعہ بتایا گیا ہے[2]، میں

---

[1] یہ معمول دراصل میری والدہ صاحبہ مرحومہ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے، وہ ہمیشہ مجھے اس کی تاکید کرتی تھیں کہ جمعہ کے روز سورۂ کہف ضرور پڑھوں، وقتاً فوقتاً وہ میرا محاسبہ بھی کرتی رہتی تھیں کہ اس پر عمل ہو رہا ہے، یا نہیں؟ یہ سورہ مجھے اسی طرح پڑھتے پڑھتے یاد ہو گئی، والدہ مرحومہ خود حافظ قرآن تھیں اور اپنے دینی مطالعہ اور ثقافت میں بھی ممتاز تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو شاعری کا بھی بہت اچھا اور پاکیزہ ذوق عطا فرمایا تھا؛ ان کی مناجاتوں، دعاؤں اور درود و سلام کے مجموعے ان کے یقین و اعتماد اور سوز دل کے ترجمان ہیں، اور شعری محاسن سے بھی خالی نہیں، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ میں انتقال فرمایا۔

[2] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف اس طرح پڑھی جس طرح وہ نازل ہوئی اس کے بعد دجال ظاہر ہوا تو وہ اس پر قابو نہ پا سکے گا یا اس کو قابو میں لانے کا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے دل میں سوچا کہ کیا اس سورہ میں واقعی ایسے معانی و حقائق اور ایسی تنبیہیں یا تدبیریں ہیں جو اس فتنہ سے بچا سکتی ہیں، جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بار بار پناہ مانگی ہے، اور اپنی اُمت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اور جو وہ سب سے بڑا آخری فتنہ ہے جس کے بارہ میں حضورؐ کا ارشاد یہ ہے کہ "ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال" (آدم کی پیدائش سے قیام قیامت تک دجال سے بڑا کوئی واقعہ نہیں ہے[1])

میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (جو کتاب اللہ اور اس کے اسرار و علوم سے سب سے زیادہ واقف تھے) قرآن کی ساری سورتوں میں آخر اسی سورہ کا انتخاب کیوں فرمایا ہے؟

راستہ اس کو نہ مل سکے گا" (مستدرک للحاکم) ابن مردویہ اور محمد ضیائے المختارہ میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو ہر جمعہ کو سورۂ کہف پڑھے گا وہ آٹھ دن تک فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنہ سے بھی مامون رہے گا، حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو سورۂ کہف کی دس پہلی آیتیں (ایک دوسری روایت میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے) پڑھے گا وہ دجال مسیح کے فتنہ سے محفوظ رہے گا" (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، آخر الذکر نے تین آیتوں کا ذکر کیا ہے) مسند احمد میں ہے کہ "جو سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا" (ج ۶ ص ۴۴۶، ص ۴۴۹) نسائی میں[2] ہے کہ "جو سورۂ کہف کی دس آیتیں پڑھے گا وہ اس کے لیے دجال سے امن و حفاظت کا ذریعہ بنیں گی" (اس مضمون کی بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں[3])

[1] صحیح مسلم (روایت عمران بن حصینؓ)

[2] یعنی عمل الیوم واللیلۃ۔

[3] ملخص از ابن کثیر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ آخر کے فتنوں سے سورۂ کہف کا تعلق :

مجھے محسوس ہوا کہ میرا دل اس راز تک پہنچنے کے لیے بے تاب ہے، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس خصوصیت کا سبب کیا ہے اور اس حفاظت اور بچاؤ کا جس کی خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، سورہ سے کیا معنوی تعلق ہے؟

قرآن مجید میں چھوٹی بڑی (قصار مفصل اور طوال مفصل) ہر طرح کی سورتیں موجود تھیں کیا وجہ ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اس سورہ کا انتخاب کیا گیا اور یہ زبردست خاصیت اسی سورہ میں رکھی گئی۔[1]

مجملاً مجھے اس کا یقین ہو گیا کہ یہ سورہ قرآن کی ضرور ایسی منفرد سورہ ہے جس میں عہد آخر کے تمام فتنوں سے بچاؤ کا سب سے زیادہ سامان ہے جس کا سب سے بڑا علمبردار دجّال ہوگا، اس میں اس تریاق کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو دجّال کے پیدا کردہ زہریلے اثرات کا توڑ کر سکتا ہے، اور اس کے بیمار کو مکمّل طور پر شفایاب کر سکتا ہے اور اور اگر کوئی اس سورہ سے پورا تعلق پیدا کرلے اور اس کے معانی کو اپنے جان ودل

---

[1] بہت سے علماء راسخین اور صفِ اوّل کے محدثین ومفسرین نے اسی طرزِ فکر اور مسلک کو اختیار کیا ہے اور اس پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس سورۃ کا دجالی فتنہ سے خاص معنوی تعلق ہے علامہ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) نے مجمع بحار الانوار میں بعض متقدمین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "حدیث میں سورۂ کہف کی دجال سے حفاظت کے معاملہ میں بڑی فضیلت آئی ہے، جو آخری زمانہ میں نکلے گا جس طرح اصحاب کہف کی اس ظالم بادشاہ سے حفاظت ہوئی یا ہر اس دجّال سے جو فریب وملمع سازی اور تلبیس سے کام لیتا ہو اس کی وجہ وہ عجیب معاملات اور نشانیاں ہیں جو اس کی آیات میں پوشیدہ ہیں جو اس میں تدبر سے کام لے گا وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہوگا"، وہ کہتے ہیں "میرے نزدیک اس کا امتیاز کسی ایسی خاصیت اور تاثیر کی وجہ سے ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے" (مجمع بحار الانوار، مادہ "دجل")

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اتار لے (جس کا راستہ اس سورہ کا حفظ اور کثرت تلاوت ہے) تو وہ اس عظیم اور قیامت خیز فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اس کے جال میں ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔

اس سورہ میں ایسی رہنمائی، واضح اشارے بلکہ ایسی مثالیں اور تصویریں موجود ہیں جو ہر عہد میں اور ہر جگہ دجّال کو نامزد کر سکتی ہیں، اور اس بنیاد سے آگاہ کر سکتی ہیں، جس پر اس کا فتنہ اور اس کی دعوت و تحریک قائم ہے، مزید برآں یہ کہ یہ سورہ ذہن و دماغ کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے تیار کرتی ہے، اور اس کے خلاف بغاوت پر اکساتی ہے، اس میں ایک ایسی روح اور اسپرٹ ہے، جو دجالیت اور اس کے علمبرداروں کے طرزِ فکر اور طریقہ زندگی کی بڑی وضاحت اور قوت کے ساتھ نفی کرتی ہے اور اس پر سخت ضرب لگاتی ہے

سورہ کا صرف ایک موضوع ہے:

اجمالی طور پر اس ذہن و خیال کو لے کر میں اس سورہ کی طرف اس طرح متوجہ ہوا، جیسے وہ میرے لیے بالکل نئی ہے، میں یہ چراغ (یعنی اس سورہ کے متعلق میرے ابتدائی ذہنی نقوش) لے کر اس کے مضامین و مشتملات کی جستجو میں نکل پڑا، اس وقت میں نے محسوس کیا کہ وہ معانی و حقائق کا ایک نیا عالم ہے جس سے میں اب تک ناآشنا تھا، میں نے دیکھا کہ پوری سورہ صرف ایک موضوع پر مشتمل ہے، جس کو میں "ایمان و مادیت کی کشمکش" یا "غیبی قوت اور عالمِ اسباب" سے تعبیر کر سکتا ہوں، اس میں جتنے اشارے، حکایات و واقعات اور مواعظ اور تمثیلیں گزری ہیں، وہ سب انہیں معانی کی طرف اشارہ کرتی ہیں، کبھی کھل کر، کبھی پردہ میں

مجھے اس نئی دریافت یا نئی فتح سے بڑی مسرت حاصل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کے اعجاز کا ایک نیا پہلو میرے سامنے آیا، مجھے اس کا اندازہ نہ تھا کہ یہ کتاب جو چھٹی صدی عیسوی میں (یعنی آج سے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پہلے) نازل ہوئی، اس دجّالی تمدّن و تہذیب کی (جو سترہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروان چڑھی اور بیسویں صدی میں پک کر تیار ہوئی) نیز اس کے نقطۂ عروج اور اختتام اور اس کے رہبر اعظم کی (جس کو نبوت کی زبان میں "دجال" کہا گیا ہے) اسبی سچی اور بولتی ہوئی تصویر انسانوں کے سامنے پیش کر دے گی۔

آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل جب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاذ تفسیر تھا یہ مضامین و معانی ایک مقالہ کی شکل میں میرے قلم سے نکلے اور رسالہ "ترجمان القرآن" میں شائع ہوئے جو اس زمانہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ادارت میں حیدر آباد سے نکلتا تھا اسی زمانہ میں مجھے مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو اس وقت جامعہ عثمانیہ میں شعبۂ دینیات کے صدر تھے۔ قیام کا موقع ملا، یہ ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) کی بات ہے میرا ہر رات کو مولانا سے علمی مذاکرہ ہوتا، انھوں نے ذکر کیا کہ یہ مختصر مضمون ان کی نظر سے گزرا ہے، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ خود اس موضوع پر (حسب معمول) بہت تفصیل کے ساتھ لکھ رہے ہیں، اور اس کو اشاعت کے لیے "الفرقان" میں بھیج گئے، مولانا کے انتقال کے موقع پر جب "الفرقان" کا ضخیم نمبر شائع ہوا تو یہ طویل مقالہ پورا اس میں شامل تھا۔

www.KitaboSunnat.com

اس مقالہ نے جو اتنے زمانہ کے بعد شائع ہوا اس سورہ پر دوبارہ غور کرنے اور کچھ لکھنے کی تحریک پیدا کر دی، اور یہ خیال ہوا کہ اس عظیم اور اہم سورہ کا عہد آخر کے فتنوں، تحریکوں دعوتوں، فلسفوں اور فکری رجحانات اور خاص طور پر دجالی فتنہ سے جو تعلق ہے اس پر روشنی ڈالی جائے اور اس کے اندر جو عبرتیں، اسباق، نشانیاں اور علامات پوشیدہ ہیں ان کی طرف توجہ دلائی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں جو کچھ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالا میں نے اس کو قلمبند کرنا شروع کیا، مولانا گیلانی (جن کی باقاعدہ شاگردی کی سعادت سے میں محروم رہا لیکن ان کو اپنے اساتذہ و شیوخ میں سمجھتا رہا، اور وہ بھی ہمیشہ مجھے اپنا ایک عزیز بھائی سمجھتے رہے اور بہت شفقت و تعلق کا معاملہ فرماتے رہے) کے اس مقالہ میں نکات علمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلیغ اشارات اور لطائف قرآنیہ کا جو قیمتی ذخیرہ تھا اس سے مجھے بڑی مدد ملی، اس سورہ کے بارہ میں جو کچھ آگے آئے گا وہ مفسرین کے مخصوص طریقہ پر نہیں لکھا گیا ہے بلکہ صرف تاثرات اور واردات کا مُرقّع اور سورۂ کہف کا ایک عمومی اور اصولی جائزہ ہے۔

دجّال کی شخصیّت کی کلید:

دجال کی شخصیت کی کلید جس سے اس کے سارے بند قفل کُھل جاتے ہیں، اور اس کی گہرائیاں بھی سطح آب پر آجاتی ہیں، اور جو اس کو شر و فساد اور کفر و الحاد کے دوسرے تمام علمبرداروں میں نمایاں کرتی ہے وہ یہی "دجّال[1]" کا مخصوص لقب اور وصف ہے، جو اس کی پہچان اور علامت بن گیا ہے دجل اور دجّالیت ایسا محور ہے جس کے گرد اس کی پوری شخصیت اور اس کے تمام پروگرام، مظاہرے سرگرمیاں اور اعمال گردش کر رہے ہیں اور اس کے ہر فعل پر اس کا سایہ ہے۔

عہد حاضر کی مادّی تہذیب کا بھی سب سے بڑا حربہ یہی ملمع سازی اور فریب کاری[2] ہے

[1] ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا ہے کہ الدجال کے معنی جعلساز اور جھوٹے کے ہیں، اور اسی سے دجال بنایا گیا ہے، دجال کو مسیح کذاب بھی کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا دجل، اس کا جھوٹ اور سحر ہے، ابن خالویہ کہتے ہیں کہ دجال کی تشریح کسی نے اتنی اچھی نہیں کی جتنی ابو عمر نے ...... انہوں نے کہا کہ دجال جعلساز اور ملمع ساز کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ دجلت السیف، یعنی تم نے تلوار پر ملمع سازی کی اور اس پر سونے کا پانی چڑھا دیا، ازہری کہتے ہیں کہ ہر کذاب دجال ہے، دجل کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کو کہتے ہیں، چنانچہ اسی لیے سونے کے پانی کو بھی دجال کہتے ہیں، دجال کو اس سے تشبیہ اس لیے دی گئی کہ وہ ظاہر کچھ کرے گا، اندر کچھ ہوگا۔ ابو العباس کہتے ہیں، دجال اس کو اس لیے کہا گیا کہ وہ لوگوں کو فریب میں ڈالے گا اور باطل کو خوشنما و آراستہ کرکے پیش کرے گا۔

(لسان العرب باختصار)

[2] حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دجال اس طرح نکلے گا کہ اس کے ساتھ آگ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو اس کے اثر سے آزاد نہیں چھوڑا۔ حقائق کچھ اور ہوتے ہیں، نام ان کے برعکس رکھے جاتے ہیں، اصطلاحات اور پرشکوہ الفاظ کا بکثرت رواج ہے، ظاہر و باطن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، آغاز و انجام، تمہید و اختتام، علمی نظریات اور عملی تجربوں میں یکسانیت کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، یہی حال ان فلسفوں اور نعروں کا ہے، جنہوں نے مذاہب کی جگہ لے لی ہے اور انسانوں کے دل و دماغ کو مسحور کر رکھا ہے، اس کے زعماء کے قول و بیانات کے گرد تقدیس کا ایک ہالہ قائم کر دیا گیا ہے، اور ان کی عقیدت و محبت دل میں تہ نشین ہو چکی ہے، ان کے افکار و خیالات کی برتری و بالاتری اور عصمت و تقدس میں شبہ کرنا رجعت پسندی کی علامت، امر بدیہی اور محسوس و مشہور چیز کا انکار سمجھا جاتا ہے اور بڑے بڑے ذہین و ذکی، اعلیٰ درجہ کے اہل علم اور غیر معمولی صلاحیت کے اہل فکر و نظر بھی اس معاملہ میں مغالطہ اور فریب نظر کا شکار ہیں اور وہ بھی ان فلسفوں اور تحریکوں کے گن گانے لگے ہیں، اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں، وہ اس کے علمبرداروں اور لیڈروں کے جذبۂ اخلاق اور صداقت کا امتحان لیے بغیر بڑے یقین و گرمجوشی کے ساتھ اس کے داعی بن چکے ہیں اور اخلاقی جرأت کے ساتھ ان کی کامیابی اور ناکامی کا حساب لگائے بغیر اور ان نظریات کے نتیجہ میں انسانیت کے نفع و نقصان کا غیر جانبدارانہ اور صحیح جائزہ لیے بغیر اس کے ہمنوا اور ہم آواز ہیں، اور یہ دیکھنے کے روادار نہیں کہ ان تحریکوں کے نتیجہ میں حقیقی کامیابی اور فطری

پانی ہوگا جس کو لوگ پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی جس کو آگ سمجھیں گے وہ شیریں پانی ہوگا (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "اس کے ساتھ جنت و دوزخ کی طرح کوئی چیز ہوگی جس کو وہ جنت بتائے گا وہی دراصل دوزخ ہوگی"۔

[1] مثلاً حریت، اشتراکیت، جمہوریت، معیار زندگی کی بلندی، معاشی خوشحالی، فلاحی ریاست انسانی حقوق، یہاں تک کہ تمدن و تہذیب، فنون لطیفہ اور قانون و دستور جیسے الفاظ صرف نعروں کے طور پر استعمال کیے جا رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق انسانیت کو حاصل ہوتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ سب اسی دجل و فریب کا اثر اور سحر ہے جس میں "دجال اکبر" اپنے پیشتر و چھوٹے دجالوں، فریب کاروں اور ملمع سازوں سے آگے ہوگا، خواہ وہ تاریخ کے کسی دور میں گزرے ہوں۔

یہ دجالی اور پر فریب روح اس تہذیب میں اس وجہ سے داخل ہوئی اور سرایت کر گئی کہ اس نے بھی نبوت، آخرت، غیب، خالقِ کائنات اور اس کی قدرتِ کاملہ پر ایمان اور اس کی شریعت و تعلیمات کا بالکل مخالف رخ اختیار کیا ہے اس ظاہری پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کیا اور صرف ان چیزوں سے دلچسپی رکھی جو انسان کو جسمانی لذت، فوری منفعت اور ظاہری عروج و غلبہ سے ہمکنار کر سکیں، اور یہی وہ نقطہ ہے جس پر سورۂ کہف میں سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس میں جتنے عبرت انگیز واقعات و حقائق گزرے ہیں وہ اسی مرکزی نقطہ سے وابستہ ہیں، اور ایک لڑی میں پیوست ہیں۔

تہذیب و تمدن کی تشکیل اور انسانیت کی رہنمائی میں عیسائیت و یہودیت کا ملتا جلتا کردار

ہمیں افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرنا پڑے گا کہ عیسائیت (جس نے قرونِ مظلمہ کے بعد یورپ کی قیادت کی) جذبۂ انتقام میں سرشار باغی یہودیت کا کردار (عقائد میں بنیادی اختلاف کے باوجود) بہت ملتا جلتا رہا ہے، اور یہ دونوں مذاہب تہذیب انسانی کا رخ ایسی مکمل اور انتہا پسندانہ مادیت کی طرف پھیرنے میں (جو انبیاء کی تعلیمات اور روحانیت سے بالکل آزاد ہو) اور انسانیت کے مستقبل پر اثر انداز ہونے میں برابر کا شریک و ذمہ دار رہے ہے عیسائی اقوام جو کلیسا اور پوپ کی بالادستی سے آزاد ہو چکی تھیں اور جن کا رشتہ اصل عیسائیت سے (جو صلح پسند اور توحیدِ خالص کی داعی تھی) اگر منقطع نہیں، تو کمزور ضرور ہو گیا تھا، یہ تیز رو اور انتہا پسندانہ مادی رخ اختیار کیا، اور بالآخر جدید علمی انکشافات اور تباہ کن ایجادات کے نتیجہ میں پوری دنیا اور انسانیت ایک عظیم خطرہ سے دوچار ہے، اور علم و جذبات،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل و ضمیر اور صنعت و اخلاق کے درمیان توازن اور ضروری تناسب بکسر مفقود ہو چکا ہے

عہد آخر میں یہودیوں نے (مختلف اسباب کی بناء پر جن میں بعض ان کے نسلی خصائص سے تعلق رکھتے ہیں، بعض تعلیم و تربیت سے، بعض سیاسی مقاصد اور قومی منصوبوں سے) علم و فن اور ایجادات و اختراعات کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انھوں نے ایک طرح سے تہذیب جدید پر پورا کنٹرول کر لیا اور ادب و تعلیم، سیاست و فلسفہ، تجارت و صحافت اور قومی رہنمائی کے سارے وسائل ان کے ہاتھ میں آ گئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے مغربی تہذیب (جو مغربی ماحول میں پیدا ہوئی) کے ایک اہم ترین عنصر کی حیثیت حاصل کر لی، جدید تغیرات کا جائزہ لینے سے ہمیں اندازہ ہو گا کہ بین الاقوامی یہودیت کا اثر و رسوخ مغربی معاشرہ میں کس قدر بڑھ چکا ہے، اب یہ تہذیب اپنے تمام سرمایۂ علم و فن کے ساتھ اپنے منفی انجام کی طرف بڑھ رہی ہے، اور تخریب و فساد اور تلبس و دجل کے آخری نقطہ پر ہے، اور یہ سب ان یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے، جن کو اہلِ مغرب نے سر آنکھوں پر بٹھایا اور ان کے دور رس خفیہ مقاصد، انتقامی طبیعت اور تخریبی مزاج سے غافل و بے پرواہ ہو کر ان کی جڑوں کو اپنے ملکوں میں خوب پھیلنے اور گہرا ہونے کا موقع دیا اور ان کے لیے ایسی سہولتیں اور مواقع فراہم کیے جو طویل صدیوں سے ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آ سکے ہوں گے یہ انسانیت کا سب سے بڑا ابتلا ہے، اور نہ صرف عربوں کے لیے (جو ان کو بھگت رہے ہیں، اور نہ صرف اس محدود رقبہ کے لیے جہاں موت و زیست کی یہ کشمکش برپا ہے) بلکہ ساری دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

غالباً ان ہی وجوہ کی بناء پر اس سورہ کا عیسائیت و یہودیت سے گہرا تعلق ہے، بلکہ سورہ کا آغاز ہی عقیدۂ عیسائیت کے ذکر سے ہو رہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔	ساری ستائشیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری (یعنی قرآن اتارا) اور اس میں کسی طرح کی بھی کجی نہ رکھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ۝ وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۝ مَّا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝[1]	بالکل سیدھی بات ! (ہر طرح کے پیچ وخم سے پاک !) اور اس لیے اتاری کہ لوگوں کو خبردار کر دے ، اللہ کی جانب سے ایک سخت ہولناکی (ان پر) آسکتی ہے ، اور مومنوں کو جو اچھے اچھے کام کرتے ہیں خوشخبری دیدے کہ یقیناً ان کے لیے بڑی ہی خوبی کا اجر ہے ، ہمیشہ اس میں خوش حال رہیں گے نیز اُن لوگوں کو تنبیہ کر دے جنہوں نے (ایسی سخت بات منہ سے نکالی کہ) کہا ، اللہ بھی اولاد رکھتا ہے ! اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں ، نہ ان کے باپ دادوں کے پاس کوئی علم تھا ، کیسی سخت بات ہے جو ان کی زبانوں سے نکلتی ہے یہ کچھ نہیں کہتے مگر سرتاسر جھوٹ !

اس تہذیب کی جو عیسائیت کی گود میں پلی اور بڑھی اور اس کی سرپرستی میں پروان چڑھی دوسری پہچان یا خصوصیت اس محدود ولافانی زندگی سے حد سے بڑھا ہوا تعلق ، اس کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ اور طویل بنانے کا شوق ، اس کی عظمت میں غلو ومبالغہ اور اس کے سوا تمام اخلاقی قدروں ، عظمتوں اور نعمتوں کی نفی ، اور مادی اسباب ووسائل اور ذخائر پر قبضہ واقتدار پا لینا اور اس میں مکمل انہماک اور استغراق ہے ، یہ وہ نقطہ ہے ، جہاں یہودیت اپنی ساری عیسائیت دشمنی اور رقابت کے باوجود اس کے ساتھ آکر شریک ہو گئی ہے ۔

توریت بھی اخروی زندگی پر یقین اور اس کے لیے تیاری ، عالم آخرت کی ابدی سعادت کے حصول کے لیے اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کے استعمال اور جنت کی نعمتوں اور خدا کے انعامات کا ذوق وشوق پیدا کرنے والی چیزوں کے بیان ، اس دنیا کی بے حقیقتی اور عمر کی بے ثباتی کی تشریح ، اقتدار پرستی اور توسیع پسندی کے جذبہ کی مذمت ، زمین میں

[1] سورۂ کہف آتا ۵ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریب و فساد کی ممانعت، زہد و قناعت اور دنیا و متاع دنیا سے کم سے کم وابستگی کی دعوت سے اس طرح خالی ہے، کہ حیرت ہوتی ہے، اس کا طرز ان آسمانی صحیفوں کے طرز سے بالکل جدا نظر آتا ہے، جو خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، اور جن کی اصل روح محبت دنیا کی مذمت اور آخرت کی دعوت ہے۔

اس لحاظ سے اگر یہودیت کی تاریخ صرف مادی قوت، رقابت و مسابقتِ دولت کی ہوس، نسلی غرور، اقتدار پرستی اور قومی تجبر کی تاریخ میں ڈھل گئی ہے تو تعجب نہ ہونا چاہیے، یہ ذہنیت یہود کی مذہبی کتابوں، ان کے ادب و لٹریچر، ان کی ایجادات و اختراعات ان کے انقلابات و تحریکات اور افکار و خیالات ہر چیز سے عیاں ہے، اور نرم دلی، تواضع ضبط نفس، خود شکنی، دنیاوی زندگی سے بے رغبتی، اللہ تعالےٰ سے ملاقات کا شوق، آخرت کی طلب اور انسانیت پر رحم و شفقت کا کوئی شائبہ ان کے قومی نظام میں نہیں پایا جاتا۔

اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس سورہ میں شرک اور فرزندی کے عقیدہ کی جو عیسائیت کی طرف منسوب ہے سخت مذمت فرمائی ہے اور دنیاوی زندگی کی پرستش اس کو ہمیشہ کا گھر سمجھنے اور ہر چیز سے کٹ کر اس میں مست و بیخود رہنے پر سخت تنبیہ کی ہے اور اس کی بنیادی کمزوری اور بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝[1]	روئے زمین میں جو کچھ بھی ہے، اسے ہم نے زمین کی خوشنمائی کا موجب بنایا ہے، اور اس لیے بنایا ہے کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں، کون ایسا ہے جس کے کام سب سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں، اور پھر ہم ہی ہیں کہ جو کچھ زمین پر ہے اسے (نابود کر کے) چٹیل میدان بنا دیتے ہیں

دنیا کے پرستاروں، منکرین آخرت اور اہل غفلت پر نکیر کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

[1] سورہ کہف ۷۔۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ ؎

(اے پیغمبر!) تو کہدے "ہم تمہیں خبر دیدیں، کون لوگ اپنے کاموں میں سب سے زیادہ نامراد ہوئے؟ وہ، جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں، اور وہ اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ بڑا اچھا کارخانہ بنا رہے ہیں!"

اسی طرح عقیدۂ آخرت، ایمان بالغیب اور خالق کائنات اور اس کی قدرتِ کاملہ پر ایمان سورہ کے اوّل و آخر بلکہ اس کے تمام حصّوں پر محیط ہے، یہ وہ عقیدہ نفسیات، عقلیت اور مزاج ہے، جو مادیت کے مزاج و نفسیات سے بیکسر مختلف ہے، اس کے برعکس مادیت (جو صرف حس، مشاہدہ اور تجربہ پر اعتماد کرتی ہے، اور دنیاوی منفعت، جسمانی لذت اور قومی و نسلی سیادت و برتری کی قائل ہے) اس سے ابا کرتی ہے، اور اس سے متنفر ہے، بلکہ اپنی قوت و صلاحیت کے ساتھ اس سے برسرِ پیکار ہے، یہ سورہ جس مادہ اور جوہر پر مشتمل ہے، اس کے اندر اس مادیت کا تریاق پہلے سے موجود ہے، جو تقدیرِ الٰہی سے سب سے زیادہ عیسائیوں کے حصّہ میں آئی اور پوری تاریخ میں وہ اس کے سب سے بڑے سرپرست داعی اور نگراں و ذمہ دار ثابت ہوئے، اس کے بعد اس کی تولیت و قیادت یہود کے ہاتھ میں رہی جو حضرت مسیح کے شروع سے دشمن اور ہر دور میں مسیحیت کے رقیب تھے اور اب ان ہی یہودیوں کے ہاتھوں یہ تہذیب اپنی آخری بلندیوں تک پہنچے گی اور ان ہی میں "دجّالِ اکبر" ظاہر ہوگا جو کفر و الحاد اور دجل و تلبیس کا سب سے بڑا علم بردار اور سارے دجّالوں کا سردار ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اس سورہ اور خاص طور پر اس کے ابتدائی حصّہ کی تلاوت اس کے فتنہ سے محفوظ رکھتی ہے"، اس طرح سورہ کے آغاز و اختتام کے درمیان ایک ایسی لطیف مناسبت قائم ہو گئی ہے جس کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے

؎ ایضاً ۱۰۳-۱۰۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعی طور پر سورہ کا تعلق فتنۂ دجال سے بہت گہرا ہے اور اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

سُورۂ کہف کے چار قصّے:

یہ سورہ چار قصوں پر مشتمل ہے جو اس کے سنگِ میل یا ستون کہے جا سکتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یہ وہ محور ہیں، جن کے گرد اس کی ساری تعلیم و موعظت اور دانش و حکمت گردش کر رہی ہے۔

۱۔ اصحاب کہف کا قصّہ۔

۲۔ صاحب الجنتین (دو باغ والے) کا قصّہ۔

۳۔ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصّہ۔

۴۔ ذوالقرنین کا قصّہ۔

یہ قصے جو اپنے اسلوبِ بیان اور سیاق و سباق کے لحاظ سے جدا ہیں، مقصد اور روح کے لحاظ سے ایک ہیں، اور اس روح نے ان کو معنوی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط اور ایک لڑی میں منسلک کر دیا ہے۔

کائنات کے دو نظریّے:

یہ کائنات (عام حالات میں) طبعی اسباب و محرکات کی تابع ہے اور یہ اسباب اس میں اپنا کام کر رہے ہیں، یہ وہ کائناتی طاقتیں ہیں جو اس کے نظام پر حاوی اور اس کے اندر جاری و ساری ہیں، یہ اسباب اور خواصِ اشیاء کبھی شاذ و نادر ہی اپنی خاصیت و تاثیر چھوڑتے ہیں، یا ان کا نشانہ غلط ہوتا ہے، اب لوگوں کی ایک تعداد وہ ہے، جن کی نگاہ ان ظاہری اور قدرتی اسباب سے پیچھے نہیں گئی بلکہ اسی زندگی اور مادی اور محسوس دنیا میں اٹک کر رہ گئی، وہ سمجھنے لگے کہ نتائج ہمیشہ اسباب ہی سے وجود میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسکتے ہیں، اور اسباب کے بغیر نتائج کا تصور ناممکن ہے، اور پوری کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسباب و نتائج کے درمیان حائل ہو سکے اور اپنے آزادانہ ارادہ کے ساتھ ان میں کوئی تبدیلی کر سکے اور بغیر اسباب کے مسببات کو وجود میں لا سکے اور ان کو بلا کسی تمہید، مدد اور سہارے کے پیدا کر سکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ گروہ ان ا[illegible]ب ظاہری میں پھنس کر رہ گیا اور ان کے ساتھ اس نے خدا کا سا[illegible] معاملہ کرنا شروع کر دیا، اشیاء کی خاصیتوں اور اسباب و وسائل کے سوا اس نے ہر چیز سے انکار کیا، ———— اس نے اس قوت کا انکار کیا جو اس کائنات کی بلا شرکت غیرے مالک و حاکم ہے اور اس کا حکم ساری دنیا پر نافذ ہے، اس ساری زندگی کے بعد دوسری زندگی، اور حشر و نشر کا بھی اس نے انکار کیا اور اپنی ساری قوت و صلاحیت کائنات کی ان طبعی طاقتوں کی تسخیر، اسباب و خواص کی دریافت اور مادی وسائل کے استعمال میں صرف کر دی، اور اس کی فکر و آرزو اور تلاش و جستجو میں سرگرداں رہا یہاں تک کہ ان چیزوں کی عظمت اور محبت اس کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو گئی، اور اس کو اس نے اپنا رب اور اپنا معبود بنا لیا، مادہ اور قوت کے سوا وہ ہر چیز کا منکر ہو گیا جب مقصد کی تکمیل اس کو آنکھوں سے نظر آنے لگی اور اس نے بعض چیزوں کو اپنے ارادہ کے تابع کر لیا اور اپنے تصرف و استعمال میں لے آیا تو اس نے کبھی زبان حال سے اور کبھی زبان قال سے اپنی الوہیت و ربوبیت کا بھی اعلان کرنا شروع کیا اپنے جیسے انسانوں کو اپنا بندہ اور غلام بنایا، ان کے خون، مال اور عزت و آبرو کے ساتھ جس طرح چاہا کھل کھیلا، اور اپنے اغراض و خواہشاتِ نفسانی اور اپنی سربلندی و ناموری کے لیے یا اپنی قوم کی عظمت کے نام پر، وطن کے نام پر اور پارٹی کے نام پر ان مظلوم انسانوں کے ساتھ جو چاہا سلوک کیا۔

اس کائنات کا دوسرا نظریہ پہلے نظریہ سے بنیاد اور طریقہ کار ہر چیز میں مختلف ہے، یہ نظریہ اس یقین پر قائم ہے کہ ان طبعی اسباب، قدرتی طاقتوں اور خزانوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اشیاء کی خاصیتوں سے ماوراء اور بالاتر ایک غیبی قوت ہے جس کے ہاتھ میں ان اسباب و خواص کی زمامِ اقتدار ہے، اور جس طرح نتائج و ثمرات اسباب کے تابع ہیں، اسی طرح یہ خود اسباب اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت اور حکم و اشارہ کے تابع محض ہیں، ارادہ الٰہی ان کو عدم سے وجود میں لاتا ہے ان کو آگے بڑھاتا اور چلاتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو مسببات سے جدا کر دیتا ہے، اس لیے کہ اسباب و مسببات دونوں یکساں طریقہ پر اس کے تابع و فرمانبردار ہیں، وہ خود مسبب الاسباب اور علۃ العلل ہے، اور اسباب اور علل کا سارا سلسلہ اس کی ذاتِ عالی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

کائنات کو پیدا کرنے اور اسباب کو وجود میں لانے کے بعد کائنات کی زمام ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی، اور سلسلۂ اسباب اس کی غلامی سے ایک لمحہ کے لیے آزاد نہیں ہوا، نہ اس نے اس سے سرتابی کی، نہ کبھی اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا آسمان و زمین کی کوئی چیز اس کو عاجز کرنے پر قادر نہیں۔ اسی نے اپنی حکمتِ بالغہ اور ارادۂ قاہرہ سے اشیاء کو خواص سے اور مسببات کو اسباب سے اور مقدمات کو نتائج سے وابستہ کیا، وہی جوڑنے والا اور توڑنے والا ہے، مٹانے والا اور بنانے والا ہے، اور وہی تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا اور لباسِ ہستی پہناتا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝	جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے۔

اس کے سامنے یہ حقیقت اچھی طرح آگئی کہ اس کائنات میں کچھ اور عوامل و محرکات ہیں جو افراد و اقوام کی تقدیر پر اس سے کہیں زیادہ اثر انداز ہیں جتنے کہ یہ طبعی اور ظاہری اسباب اسی طرح ان سے جو نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ ان طبعی و مادی نتائج سے بہت زیادہ انقلاب انگیز ہوتے ہیں جو اسباب سے وابستہ و مربوط ہیں۔

---

[1] سورہ یٰسین - ۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عوامل و محرکات ایمان و عمل صالح، اخلاق عالیہ، خدا کی اطاعت و عبادت، عدل و انصاف، رحم و محبت اور اسی طرح کے دوسرے معنوی اسباب ہیں جو کفر و بغاوت، فساد فی الارض، ظلم و نفس پرستی اور گناہوں و معصیتوں جیسے معنوی اسباب کے بالکل برعکس کام کرتے ہیں۔

اسباب طبعی کو ترک کیے بغیر اگر کوئی اور صالح معنوی اسباب کو اختیار کرے گا تو یہ کائنات اس سے مصالحت کرنے پر مجبور ہوگی، اور زندگی اپنی حقیقی لذت و حلاوت کے ساتھ اس کا ساتھ دے گی، اللہ تعالٰے اس کے ہر کام میں سہولتیں اور آسانیاں پیدا فرمائے گا اور بعض موقعوں پر اسباب طبعی بھی اس کے پابند کر دیے جائیں گے، اور خارق عادت چیزیں ظاہر ہونے لگیں گی، اس کے برعکس جو دوسرے قسم کے غیر صالح اسباب سے اپنا تعلق رکھے گا اور صرف طبعی قوتوں پر اعتماد کرے گا اور اپنی پوری زندگی اسی بنیاد پر قائم کرے گا تو یہ کائنات اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گی، جو طاقتیں اس نے اپنے تابع کر لی ہیں وہ بھی اس کو دھوکا دینے لگیں گی، وہ ہر لمحہ ان کی احتیاج میں رہے گا اور یہ احتیاج برابر بڑھتی جائے گی، قدرت اس کے خلاف ہوگی، اور طبعی قوتیں اس کی راہ میں مزاحم ہوں گی،

سورۂ کہف ایمان اور مادیّت کی کشمکش کی کہانی ہے

سورۂ کہف دو نظریات، دو عقیدوں اور دو قسم کی نفسیات کی کشمکش کی کہانی ہے، ایک مادیت اور مادی چیزوں پر عقیدہ، دوسرے ایمان بالغیب اور ایمان باللہ، اس میں ان عقائد اعمال و اخلاق اور نتائج و آثار کی تشریح کی گئی ہے جو ان دونوں قسم کی نفسیات یا نظریات کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں، اور اس اوّل الذکر نظریہ کو اختیار کرنے کے خلاف آگاہی دی گئی ہے جو صرف مادہ اور اس کے مظاہر پر یقین رکھتا ہے اور خدا اور غیبی قوتوں کا منکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحاب کہف کا قصہ

اب ان چاروں قصوں کی طرف آئیے، سب سے پہلے جو قصہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ اصحاب الکہف والرقیم کا قصہ ہے، یہ اصحاب کہف کون تھے، انسانی تاریخ میں اس قصہ کی کیا قیمت وافادیت ہے، اور قرآن مجید نے اس خصوصیت واہتمام کے ساتھ اس کا ذکر کیوں کیا ہے، کہ وہ ایک زندہ جاوید کہانی بن گیا اور اس کو تاریخ کے ہر دور میں برابر سُنا اور سنایا جاتا رہا؟

مسیحی لٹریچر اور مذہبی کہانیوں میں اصحاب کہف کا تذکرہ

قبل اس کے کہ ہم اس قصہ کو قرآن مجید کے مخصوص معجزانہ اسلوب با مقصد وباوقار اندازِ کلام اور اس بلاغتِ قرآنی کے آئینہ میں دیکھیں جو غیر ضروری باتوں اور فضول بحثوں سے پاک اور بالاتر ہے، ہم پہلے قدیم مذہبی صحیفوں اور ان روایتی داستانوں میں اس کا سراغ لگاتے ہیں جو سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں، اور جس کو ایک نسل دوسری نسل تک منتقل کرتی آئی ہے، اس کے بعد ہم اس کا جائزہ لیں گے کہ اس داستان اور قرآن مجید کے بیان کردہ واقعہ میں کہاں کہاں اشتراک ہے اور کس جگہ اختلاف!

اصحابِ کہف کا ذکر عہد عتیق کے صحیفوں میں نہیں ہے اس لیے کہ یہ واقعہ عیسائی تاریخ کے آغاز میں اس وقت پیش آیا جب توحید اور بُت پرستی چھوڑنے کی دعوت مسیح علیہ السلام کے متبعین کے ذریعہ پھیل چکی تھی، اور عہد عتیق کے آخری صحیفے بھی مرتب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکے تھے، اس حصہ میں قدرتی طور پر (خاص طور پر اس وجہ سے کہ اس میں حضرت مسیح کے متبعین کی جوانمردی و استقامت پوری طرح عیاں ہے) کوئی ایسی چیز نہ تھی جو یہودیوں کو اس کے حفظ و نقل پر آمادہ کرتی، البتہ عیسائیوں کے لیے یہ بہت محبوب و پسندیدہ مذہبی قصوں میں تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بہ نسبت اور قصوں کے اس میں زیادہ حیرت انگیز اور پرکشش واقعات بیان کیے گئے تھے، مزید برآں کہ اس واقعہ سے مسیح علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والوں کی مضبوطی و استقامت ان کی قوتِ ایمانی اور عقیدہ و اصول کے لیے ان کی خود شکنی و قربانی، اور مسیحیت کی اولین صاف و پاکیزہ تعلیمات کی خاطر ان کی غیرت و حمیت کا بڑا ثبوت ملتا تھا، اور وہ آج بھی ایمان کی دبی ہوئی چنگاری کو دوبارہ فروزاں کرنے، سوئی ہوئی غیرتِ ایمانی کو بیدار کرنے، مزاحمت اور مقابلہ کی طاقت پیدا کرنے اور جد و جہد و قربانی کے راستہ پر ڈالنے کی قوت و صلاحیت رکھتا ہے، یہ عناصر جو اس قصہ کی امتیازی خصوصیت ہیں طویل انسانی تاریخ میں اس کے بقاء و دوام کے ضامن ہیں، اور اسی وجہ سے اس کو روئے زمین کے اتنے بڑے رقبہ اور علاقہ میں شہرت و قبولیت حاصل ہوئی اور ایک عہد سے دوسرے عہد اور ایک نسل سے دوسری نسل تک اس کو برابر منتقل کیا جاتا رہا، اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ زمانۂ سابق کے عیسائیوں نے اس کو کس طرح سمجھا تھا، اور بعد کے آنے والوں کے لیے اس سلسلہ کی کیا معلومات بہم پہنچائی تھیں ؟

اس سلسلہ میں اخلاق و مذاہب کے انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ماحصل حسبِ ذیل ہے[1]:-

---

[1] مشہور انگریزی مورخ اڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) نے اپنی مشہور کتاب DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE میں اس قصہ کا اپنے خاص اسلوب میں ذکر کیا ہے جس میں ادب و تاریخ اور تبصرہ و تشریح ہر چیز کی آمیزش ہے اور جس میں عیسائیت کے لیے اس کا کھلا ہوا تعصب اور اسلام پر غیر ضروری اور بے موقع چوٹیں خوب نمایاں ہیں۔ دیکھیے ص۲۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سات سونے والوں (SEVEN SLEEPERS) کا قصہ مقدس ہستیوں کے ان قصوں میں ہے، جس میں عقل کی تسلی و آسودگی کا سب سے زیادہ سامان ہے اور جو آفاق عالم میں سب سے زیادہ مشہور ہے، قصے کے عناصر جو قدیم ترین کتابوں میں نظر آتے ہیں حسب ذیل ہیں:-

شہنشاہ ڈیسیس (DECIUS) یونان کے قدیم شہر افیسس[1] (EPHESUS) میں

صفحہ ۱۳، جلد دوم،

MODERN LIBRARY GIANT SERIES (U. S A)

[1] اکثر مفسرین مثلاً بیضاوی، نیشاپوری، آلوسی اور ابن کثیر نے بھی رائے ظاہر کی ہے کہ یہ شہر افیس تھا، اکثر مورخین اور عیسائی جغرافیہ والوں کا بھی یہی خیال ہے۔ گبن (GIBBON) نے بھی اپنی کتاب "زوال روما" میں اسی سے اتفاق کیا ہے (دیکھیے "سات سونے والے (SEVEN SLEEPERS کا قصہ)

جہاں تک اس مقام کے جغرافیائی تعین کا تعلق ہے۔ بستانی کے دائرۃ المعارف نے یہ لکھا ہے کہ یہ اناطولیہ کے بارہ ایونی شہروں میں سے ایک ہے۔ اس کا محل وقوع نہر قسبیطرہ کے جنوبی سمت میں ہے، اور وہ ازمیر سے ساٹھ کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ رومیوں نے اس کو مغربی ایشیا کی ریاست کا پایہ تخت بنایا تھا اور وہ بہت بڑا بارونق تجارتی مرکز تھا، لیکن اس کے فخر کے لیے سب سے بڑی چیز یونانی دیوی ڈیانا کا وہ عظیم معبد ہے جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے اور سب سے بڑا یونانی بُت ہے۔ بلیکی (BLACKIE) نے اپنی کتاب، A MANUAL OF BIBLE HISTORY میں لکھا ہے کہ افیسس کا شہر تاریخ قدیم میں اپنے فلسفہ اپنے باشندوں کی بے قیدی و بے حیائی میں مشہور اور بد اخلاقی اور فسق و فجور میں ضرب المثل تھا۔ اس کی بُت پرستی میں مغربی و مشرقی دونوں قسم کی بُت پرستی کی آمیزش تھی ....

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا کر بت پرستی کی رسم کی تجدید کرنا چاہتا ہے اور باشندگان شہر بالخصوص عیسائیوں کو بتوں پر قربانی پیش کرنے کا حکم دیتا ہے، اس کے نتیجہ میں عیسائی علیسائیت ترک کر دیتے ہیں اور ایک تعداد اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہتی ہے اور حکومت کے مظالم برداشت کرتی ہے، اس موقع پر سات نوجوان (بعض روایات میں ان کی تعداد آٹھ بتائی گئی ہے) جو محل شاہی میں مقیم تھے، بادشاہ کے سامنے آتے ہیں، (ان کے ناموں میں اختلاف ہے) ان پر اس کا الزام ہے کہ وہ خفیہ طور پر عیسائیت قبول کر چکے ہیں، یہ نوجوان بتوں کے لیے قربانی سے انکار کرتے ہیں، بادشاہ ان کو اس موقع پر ایک مدت کی مہلت دیتا ہے کہ شاید وہ راہِ راست پر آجائیں اور نصرانیت سے توبہ کر لیں، اس کے بعد وہ شہر سے چلا جاتا ہے۔

اس مدت میں یہ نوجوان شہر چھوڑ دیتے ہیں، اور ایک قریب کے پہاڑ میں جا کر جس کا نام ANOHILUS ہے۔ ایک غار میں چھپ جاتے ہیں۔ ان میں ایک جس کا اصلی نام DIOMEDES تھا، لیکن اپنے چھپانے کے لیے اس نے اس نام کو بدل کر اپنا نام IMBLICUS رکھ لیا تھا، پھٹے اور میلے کپڑوں میں شہر جاتا ہے تاکہ حالات کا پتہ لگائے اور اپنے ساتھ کھانا بھی لیتا آئے۔ اس پر کچھ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ شاہ ڈسیس پھر شہر میں واپس آجاتا ہے اور حکم جاری کرتا ہے کہ یہ نوجوان اس کی خدمت میں حاضر کیے جائیں، DIOMEDES اپنے ساتھیوں کو اس شاہی حکم سے آگاہ کرتا ہے، وہ کھانا کھاتے ہیں، اور بڑے فکر و قلق میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک طویل اور گہری نیند ان پر مسلط کر دیتا ہے، جب ان نوجوانوں کا پتہ نہیں لگتا تو ان کے والدین کو طلب کیا جاتا ہے۔ وہ اس فرار سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں اور اس سے انکار کرتے ہیں کہ ان کا اس سازش میں کوئی ہاتھ ہے وہ بادشاہ کو یہ بتاتے ہیں کہ وہ ANCHILUS کے پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں بادشاہ حکم دیتا ہے کہ غار کا منہ ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا جائے تاکہ وہ اس میں اپنی موت مر جائیں اور اسی غار میں دفن رہیں۔ دو عیسائی جن میں ایک کا نام THEODORE اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کا RUFINUS تھا۔ ان شہید نوجوانوں کا قصہ جستہ کی ایک تختی پر لکھ کر نیچے دبا دیتے ہیں، جس سے غار کا منہ بند کیا گیا تھا۔

تین سو سات سال کے بعد شاہ تھیوڈوسس (THEODOSIUS) ثانی کے عہد میں ایک بغاوت ہوتی ہے جس کی قیادت بعض عیسائی کرتے ہیں۔ ایک جماعت جس کے راہنما پادری تھیوڈر ہیں، حیات بعد الموت اور حشر اجساد کا انکار کرتے ہیں، عیسائی بادشاہ اس بات سے خوف زدہ اور فکر مند ہوتا ہے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ ایک رئیس (جس کا نام ADOLIUS ہے) کے دل میں ڈالتا ہے کہ وہ اپنی بکریوں کے گلہ کے لیے اس میدان میں ایک باڑہ تیار کرے جہاں یہ غار واقع تھا۔ معمار اس کی تعمیر کے لیے اس پتھر کا بھی استعمال کرتے ہیں جس سے غار کا منہ بند تھا۔ اس طرح یہ غار کھل جاتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو بیدار کر دیتا ہے، ان کے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ شاید صرف ایک رات سوئے ہیں، وہ ایک دوسرے کو اس کی وصیت کرتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو انہیں ڈیسیس (DECIUS) کے ہاتھوں شہادت قبول کر لینی چاہیے، ان میں سے ایک DIOMEDES حسب معمول شہر جاتا ہے، اور شہر کے پھاٹک پر صلیب کا نشان دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے، یہاں تک کہ مجبور ہو کر ایک راہ گیر سے پوچھتا ہے، کہ یہ واقعی افسیس ہے؟ اپنے ساتھیوں کو اس عظیم انقلاب کی خبر دینے کے لیے وہ بیتاب ہو جاتا ہے۔ لیکن جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے کھانا خریدتا ہے اور اس کے بدلہ میں وہ سکے پیش کرتا ہے، جو اس کے پاس تھے۔ یہ وہ سکہ تھا جو ڈیسیس کے عہد میں رائج تھا، دوکاندار سمجھتا ہے، کہ صاحبزادہ کو شاید کوئی خزانہ مل گیا ہے وہ اور بازار کے اور لوگ اس میں اپنا حصہ لگانا چاہتے ہیں اور نوجوان کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، اور وسط شہر میں کھینچتے ہوئے لے چلتے ہیں، ایک مجمع اس کے چاروں طرف لگ جاتا ہے، نوجوان چاروں طرف دیکھتا ہے کہ شاید کوئی جانا پہچانا چہرہ نظر پڑ جائے۔ لیکن کوئی جاننے والا اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر نہیں آتا، حاکم اسقف اس سے حال پوچھتا ہے تو وہ سارا ماجرا بیان کر دیتا ہے اور ان کو اس کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اس پہاڑ تک چلیں اور اس کے دوسرے ساتھیوں سے ملاقات کریں۔ یہ لوگ اس کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر جاتے ہیں، وہاں ان کو سیسے کی دو تختیاں ملتی ہیں جن سے نوجوان کے بیان کردہ واقعہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ وہ غار میں داخل ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھی بھی زندہ ہیں اور نور اور سکینت ان کے چہروں سے ظاہر ہے۔ یہ خبر بادشاہ THEODOSIUS تک پہنچتی ہے وہ بھی غار کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس موقع پر MAXIMILAN یا ACHILLIDES یا کوئی اور نوجوان کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر یہ نیند اس لیے مسلط کر دی اور قیامت سے پہلے ان کو بیدار اس لیے کر دیا تاکہ حشر و نشر کا ثبوت مل جائے۔ اس کے بعد یہ نوجوان اپنی طبعی موت مرے اور ایک رومی معبد ان کی یادگار کے طور پر وہاں قائم کر دیا گیا[1]۔"

جہاں تک اس قصہ کی تاریخی اہمیت کا تعلق ہے، بڑے بڑے مورخ اور قصے کہانیاں اور تاریخی داستانوں اور روایتوں کے ناقد بھی اس کی صحت کے قائل ہیں اور اس کو بعید از امکان نہیں سمجھتے اور اس کی وجہ وہ شہرت اور تواتر اور نسل در نسل اس کی منتقلی اور

[1] ARTICLE "SEVEN SLEEPERS" ENCYCLOPAEDIA OF RELIGIONS AND ETHICS

اس قصہ کو ابن جریر طبری اور دوسرے مفسرین اور علماء اسلام نے تفصیل کے ساتھ محمد بن اسحاق کی روایت سے درج کیا ہے لیکن مسیحی مآخذ کی عدم موجودگی یا عدم اشاعت اور قبل نصرانیت رومی تاریخ سے مکمل واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اس میں بہت سے اوہام راہ پاگئے ہیں (نمونہ کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۱۵ ص ۱۲۳ ـ ص ۱۲۶) اس لیے ہم نے یہاں اس کے بجائے اصل مسیحی مآخذ کو ترجیح دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام قدیم کتابوں میں اس کا ذکر ہے جن سے مسیحی دنیا بھری ہوئی ہے۔ گبن جس کا رجحان ہمیشہ اس قسم کے مجیر العقول واقعات اور قصے کہانیوں کی تردید وانکار کی طرف رہتا ہے، اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس عجیب وغریب قصہ کو محض یونانی روایات وخرافات اور ان کے مغالطوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ اس (مفروضہ) معجزہ کے بچاس سال تک اس کی مستند وقابلِ اعتماد روایات کا پورا تسلسل قائم رہا۔ ایک شامی پادری نے جو تھیوڈسیس اصغر کے دو سال بعد پیدا ہوا تھا۔ اور جس کا نام JAMES OF SARUS تھا، اس کی ایک کہانی کو (جو دو سو تیس کہانیوں میں ایک تھی) افسس کے ان نوجوان (اصحابِ کہف) کی مدح کے لیے مخصوص کردیا تھا اور قبل اس کے کہ چھٹی صدی مسیحی کا اختتام ہو، اصحابِ کہف کا یہ قصہ شامی زبان سے لاطینی میں GREGORY OF TOURS کی نگرانی میں منتقل کردیا گیا، مسیحی مشرق میں عشاء ربانی کے اجتماعات کے موقع پر اصحابِ کہف کی یاد بڑے احترام وعظمت کے ساتھ منائی جاتی رہی۔ ان کے نام رومی تہواروں اور روسی تقویم میں غایت درجہ احترام کے ساتھ مندرج تھے اور ان کی شہرت صرف عیسائی دنیا تک محدود نہ تھی"[1]

جہاں تک ان سالوں کا تعلق ہے جو انہوں نے اس غار میں گزارے ان کی تعداد تین سو سال (جیسا کہ مفسرین اسلام نے مسیحیوں سے نقل کیا ہے) اور تین سو سات سال

[1] دیکھیے کتاب "زوال روم"، مؤلفہ گبن جلد دوم (سات سو نے والے) ص ۲۴۳ ص ۲۴۴۔
MODERN LIBRARY GIANT SERIES (U. S. A)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان ہے، موخر الذکر قول (انسائیکلو پیڈیا مذاہب و اخلاق) کے مقالہ نگار کا ہے۔ تین سو سال اور تین سو نو سال (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) کے درمیان اس فرق کو متقدمین مفسرین اسلام نے شمسی و قمری تقویم کے اختلاف پر محمول کیا ہے۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ "یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کہف کے غار میں مدت قیام کی بابت دی ہے۔ جب سے ان پر نیند مسلط کی گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیدار کیا اور اہل زمانہ کو ان کے حال سے آگاہ کیا اس کی مقدار تین سو سال تھی جو قمری حساب سے نو سال زیادہ بیٹھتی ہے، اور شمسی حساب سے تین سو سال ہوتی ہے اس لیے کہ ہر سو سال میں قمری و شمسی تقویم میں تین برس کا فرق واقع ہو جاتا ہے، اسی لیے "ثلاث مائۃ"، کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوا "وَازْدَادُوْا تِسْعًا"، (اور زیادہ کیے اس میں نو)"۔

انسائیکلو پیڈیا کا جو اقتباس اوپر گزرا ہے، اس میں اور گبن کی کتاب میں نیز تفسیر و تاریخ کی اکثر کتابوں میں عام طور پر یہی بات لکھی گئی ہے کہ اصحاب کہف کا غار میں پناہ لینے کا واقعہ رومی بادشاہ ڈیسیس کے عہد میں پیش آیا، جس کو عرب مورخین اور علماء اسلام عام طور پر دقیانوس کہتے ہیں۔ یہ بادشاہ اپنی سخت گیری اور اپنے تعصب و مظالم میں بہت مشہور تھا۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اصحاب کہف کے ظہور کا واقعہ صاحب ایمان عیسائی بادشاہ تھیوڈوسیس دوم کے زمانہ میں پیش آیا۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں بادشاہوں کا درمیانی وقفہ زیادہ سے زیادہ دو سو سال ہے۔ اسی بنیاد پر گبن نے اس مدت کا مذاق اڑایا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، بعض قدیم و جدید مفسرین[۲] نے اس اشکال سے بچنے کے لیے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن میں جو یہ آیا ہے (ولبثوا فی کہفہم ثلاث مائۃ سنین

---

[۱] تفسیر ابن کثیر (سورۂ کہف)

[۲] مثلاً علامہ جمال الدین قاسمی مؤلف تفسیر قاسمی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وازدادوا تسعا) - وہ اللہ تعالٰے کا ارشاد نہیں ہے بلکہ یہ بات اہل کتاب کی طرف منسوب کر کے کہی گئی ہے اور اس کا تعلق صرف ان کے قیاسات و اندازوں سے ہے اور یہ بات علیحدہ اور مستقل بالذات نہیں بلکہ اس کا جوڑ ان ماسبق آیات سے ہے جن میں یہ کہا گیا (سیقولون ثلاثۃ رابعھم کلبھم)... (کہیں گے۔ یعنی اہل کتاب تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے) اس قول کو قتادہ اور مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے اور اس میں یہ قرأت شاذہ بھی مروی ہے (وقالوا ولبثوا فی کھفھم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعاہ) - اس قول کو ترجیح دینے والوں نے اللہ تعالٰے کے اس قول سے استدلال کیا ہے جو اس کے مًابعد آیا ہے یعنی (قل اللہ اعلم بما لبثوا لہ غیب السمٰوٰت والارض) - وہ کہتے ہیں کہ اگر مدت کا تعین اللہ تعالٰے کی طرف سے تھا تو آگے کی آیت میں اس کو علم الٰہی کے حوالہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ بات حبر[1] رضی اللہ عنہ سے اس لیے درست نہیں کہ اصحاب کہف کی تعداد انہوں نے سات ہی لکھی ہے حالانکہ اس کے بعد بھی یہ آیت ہے کہ "قل ربی اعلم بعدتھم"[2] (کہو اللہ تعالٰے ان کی تعداد کو زیادہ بہتر جانتا ہے) اس لیے کہ "قُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا" اور اس آخرالذکر آیت میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں اور دونوں میں ایک ہی بات کہی گئی ہے۔ پس وہ اس موقع پر اس کا حوالہ کیوں کر دے سکتے ہیں۔ جب کہ پہلے مسئلہ میں انہوں نے خود اس کو اختیار نہیں کیا۔[3]

بعض اور ممتاز علماء نے بھی اس نظریہ کی تردید کی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عربی

---

[1] حبر ہذہ الامۃ مراد ہے۔ جو حضرت ابن عباس کا لقب تھا۔

[2] سورۂ کہف لیکن ان ہر دو آیات کے سیاق میں فرق ہے۔ پہلی آیت "الاقلیل" استثناء کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد کا علم بعض خواص امت کے لیے ممکن ہے مگر یہاں اس کے برعکس بما لبثوا کے بعد لہٗ غیب السمٰوٰت ہے یعنی ان کی مدت قیام کا علم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ لہٰذا آلوسیؒ کی یہ نفی درست نہیں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان کا ذوق سلیم اس سے انکار کرتا ہے اور اگر آدمی کو پہلے سے اس تاویل یا اس تفصیل کا علم نہ ہو تو اس کا ذہن خود سے اس بات کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا یہ قول "سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ" بہت پہلے گزرا ہے۔ اس کے اور اس آیت کے درمیان جو آیت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ "فلا تمار فيهم الا مراء ظاهرا" (پس نہ جھگڑا کرو اس میں مگر ظاہری طور پر) اس آیت قل الله اعلم بما لبثوا له غيب السمٰوٰت والارض" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے کوئی حکایت ہو، اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ صرف ہے کہ اہل کتاب جو یہ کہتے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر اللہ کی دی ہوئی خبر پر اعتماد کرو"[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ (الله اعلم بما لبثوا) کی بنیاد پر بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ اہل کتاب کا قول ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اہل کتاب کی طرف منسوب نہیں کی بلکہ یہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا کلام ہے[2]

ہمیں اپنے ذہن میں یہ بات پھر تازہ کرلینی چاہیے کہ اس اشکال اور فرض کردہ تضاد و اختلاف (جو ہمیں قرآن مجید کی بیان کردہ مدت اور گبن کی اس تعداد کے درمیان نظر آتا ہے۔ جو رومی تاریخ کے جائزہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے) کی بنیاد یہ شہرت ہے کہ ان نوجوانوں کی یہ روپوشی اور غار میں پناہ لینے کا واقعہ ڈیسیس

[1] تفسیر کبیر (سورۂ کہف) جلد سوم

[2] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عہد میں پیش آیا جس کی مدت حکمرانی ستمبر ۲۴۹ء سے لے کر جون ۲۵۱ء تک ہے۔ شاید جس چیز نے اس کو اس قصہ کا ہیرو بنادیا وہ اس کی قساوت و خون ریزی، عیسائیوں پر عمومی مظالم اور سرکاری حکام کے سامنے بتوں کے لیے قربانی اور ذبیحوں پر اصرار اور ان سے سند اعتراف لینے کا حکم ہے[1]۔ لیکن جو چیز اس واقعہ میں شبہ پیدا کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس بادشاہ کی حکومت کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ اس کو دو سال بھی آزادانہ حکمرانی کا موقع نہ مل سکا اور یہ مدت بھی زیادہ تر قوم گوتھ (GOTHS) کے ساتھ مسلسل جنگوں میں گزری اور وہ فرانس میں دریائے رائن (RHINE) کے کنارے انہیں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ اس کا بہت کم امکان ہے کہ اس کو اس قلیل مدت میں اس عظیم و وسیع سلطنت کے تابع دوسرے مشرقی یونانی شہروں کا دورہ کا موقع ملا ہو۔ تاریخ میں یونان اور مشرقی سلطنت میں اس کے سفر کا سراغ بہرحال نہیں ملتا THE HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD میں ہے کہ ڈیسیس کا عہد بہت مختصر اور پرسکون تھا۔ زمام حکومت سنبھالتے ہی اس کو ایک بغاوت کی سرکوبی کے لیے "گال" کی طرف رُخ کرنا پڑا۔ اس کا کل زمانۂ حکمرانی گوتھ (GOT-HS) کے ساتھ جنگ میں گزرا[2]۔

مورخین نے ان عیسائی رہنماؤں کے نام بھی درج کیے ہیں جن کو بادشاہ نے فرمان

---

[1] دیکھیے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ ڈیسیس (DECIUS) ڈ، ۷، ص ۱۵۷، ایڈیشن ۱۹۶۳ء

رد من تاریخ سے واقف ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اس فرمان اور سندِ اعتراف کا موجد یا محرک ڈیسیس نہیں بلکہ اس سے بہت عرصہ پہلے "تراجان" نے اس کا اجرا کیا تھا اور اسی کے عہد میں بیت المقدس اور حلب کے بڑے پادریوں کو عیسائیت کے جرم میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔ دیکھیے، HISTORY OF THE CHRISTIAN CHURCH BY GEORGE H. DRYER P 65 & 66.

[2] ایضاً (VOL. VI-PAGE 413)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہی سے سرتابی کے جرم میں سزائیں دیں، اس میں اصحاب کہف کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان سزا یافتہ عیسائیوں کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ خود "گبن"، نے لکھا ہے کہ "سزا پانے والے مظلوموں کی تعداد دس مردوں اور سات عورتوں سے زیادہ نہ تھی"[1]۔

دوسری بات یہ ہے کہ چند عیسائیوں کی روپوشی ایک مقامی قسم کا واقعہ تھا۔ اور اس وقت اس کو اتنی اہمیت حاصل نہ تھی کہ مورخ اس کی طرف توجہ کرتے اور مصنف اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کرتے۔ اس کے برخلاف اس طویل اور خارق عادت نیند کے بعد ان کی بیداری پھر ان کی شہر میں آمد، مذہبی حلقوں میں اس کی صدائے بازگشت اور آفاقِ عالم میں اس کی شہرت ایک بالکل غیر معمولی اور عجیب وغریب واقعہ تھا۔ چنانچہ یہ دوسرا واقعہ یعنی ان کی بیداری اور تھیوڈیسیس کے زمانہ میں عیسائی دنیا میں اس خبر کی شہرت و تواتر اس قسم کے واقعات میں سے تھا جو ہر شخص کی زبان پر ہوتے ہیں اور کوئی مجلس ومحفل ان کے تذکرہ سے خالی نہیں ہوتی اور جن کی گونج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچتی ہے۔ مؤرخ بھی اس کو قلمبند کرنے کے شائق نظر آتے ہیں، اور راوی وناقل بھی اس کی نقل وحکایت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس بنیاد پر یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ ان پر ظلم وزبردستی اور اس کے بعد ان کی روپوشی کا واقعہ شاہ ہیڈرین[2] HADRIAN PUBLIUS (AELIUS HADRINUS) کے زمانہ میں پیش آیا ہو، جس نے

---

[1] تاریخ زوال روما مولفہ گبن جلد دوم ص ۹۸۔

[2] ہیڈرین نے ۱۱۷ء سے ۱۳۸ء تک حکومت کی وہ "تراجان" کے بعد تختِ حکومت پر بیٹھا اور کونسل نے اگست ۱۱۷ء میں اس کی توثیق کی، اس نے بہت کوشش کی کہ یونانی شہروں کی سہ پرانی رونق وآب وتاب پھر واپس آجائے۔ اس نے رومی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ایک شہر پناہ بھی قائم کی۔ ۱۳۲ء میں یہودیوں کی جو بغاوت ہوئی اس کی سرکوبی بھی اسی بادشاہ نے کی۔ اور اس پر قابو پانے کے لیے بہت بے رحمی اور سنگدلی سے کام لیا گیا۔ اس نے سب یہودیوں کو (باقی بر صفحہ آئندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک طویل عرصہ تک حکمرانی کی اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرقی ریاستوں کا بہت دن تک (جس کی مدت ۱۲۹ء سے لے کر ۱۳۴ء تک پھیلی ہوئی ہے) دورہ کرتا رہا۔ یہ بالکل ضروری نہیں کہ یہ ظلم اور مذہبی تشدد براہ راست اسی کے ذریعہ یا اسی کے مشورہ سے ہوا ہو اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ اس میں اس کے علم و رضامندی کو بھی دخل ہو، رومی سلطنت

(بقیہ صفحہ سابقہ) کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا اور بیت المقدس کی زیارت کے لیے سال میں صرف ایک مرتبہ آنے کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد یہودیوں کو جلاوطنی اور اخراج کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ قائم ہو گیا HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD اس نے ۱۲۹ء میں ایشیائے کوچک اور شام کا سرکاری دورہ کیا اور سمرنا میں ایک دربار کیا جس میں مشرقی ممالک کے تمام سلاطین و امرا کو مدعو کیا گیا۔ سردی کا زمانہ اس نے حلب میں گزارا اور ۱۳۰ء میں جنوب کی طرف رخ کیا "قدس" کے کھنڈر پر نیا شہر بسانے کا حکم دیا اور عرب ممالک سے ہوتے ہوئے مصر پہنچا۔ ۱۳۳ء میں فلسطین واپسی پر مجبور ہوا۔ جہاں اس کو یہودیوں کی ایک بغاوت کو ختم کرنا تھا۔ اس کے بعد حکم قیادت اس نے مشہور قائد جیولیس سیورس JULIUS SEVERUS کے حوالہ کیا اور روما واپس آیا مقام BAIAE میں ۱۰ر جون ۱۳۸ء میں اس کا انتقال ہوا۔ ہیڈرین کی زندگی متضاد چیزوں کا مجموعہ ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۱) عیسائی کلیسا کی تاریخ میں جس کا مصنف GEORGE H DRYER ہے، اس کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں :-

ہیڈرین اگرچہ قدیم رومیوں سے مختلف تھا تاہم وہ بڑا ترقی پسند اور مذہبی معاملات میں بہت خوردہ گیر تھا اور ان کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اگرچہ اس نے زندقہ کا الزام لگانے اور اجتماعی بہتان تراشی سے بچنے کا اشارہ دیا تھا لیکن وہ زندیقوں اور ملحدوں کو (جو زیادہ تر عیسائی ہوتے تھے) بتوں اور معبودوں کے سامنے قربانی پیش کرتے اور مشرکانہ رومی مذہب سے وابستگی پر مجبور کرنے میں اپنے پیشرو تراجن ہی کی پالیسی پر کاربند رہا (ص ۶۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے عہد میں بہت وسیع ہو چکی تھی اور حکام اور اہل کارانِ حکومت بڑی تعداد میں مختلف ریاستوں اور شہروں میں موجود تھے۔ چنانچہ اس بات کا پورا احتمال ہے کہ ان میں سے کوئی حاکم اور اپنے علاقہ کا ذمہ دار مذہبی بنیاد پر ظلم و تشدد پر اتر آیا ہو اور اس نے اپنے ذاتی جذبہ اور مذہبی جوش سے یا حکومت کی عام سیاسی پالیسی پر عمل درآمد کی خاطر اس نئے مذہب کے خلاف سخت گیر طریقہ اپنا لیا ہو۔ یہ بات کوئی مفروضہ نہیں بلکہ ہر حکومت اور ہر عہد میں پیش آتی رہی ہے۔ اس لیے اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ ان کی روپوشی کا واقعہ بادشاہ ہیڈرین کے اسی دورہ میں پیش آیا اور ان کی بیداری اور ظہور کا واقعہ تھیوڈوسیس کے عہد میں ہوا تو قرآن کے بیان اور عیسائیوں کی بیان کردہ مدت میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہتا، اور وہ بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے گبن کو استہزاء کا موقع ملا تھا۔ ایسا کرنا اس لیے بھی ممکن اور قابل قبول ہے کہ اس قصہ کے آغاز و انجام دونوں کا زمانی تعین اور تیقین پوری طرح واضح نہیں۔ خود شامی اور یونانی مورخین کے اقوال میں (جو ان کی بیداری کے سال کے بارے میں ہیں) بڑا اضطراب پایا جاتا ہے۔ شامی مورخین کا دعویٰ ہے کہ یہ سنہ ۴۲۵ء یا سنہ ۴۳۷ء کی بات ہے یونانی روایات کا کہنا یہ ہے کہ ان کا خروج تھیوڈوسیس ثانی[1] کی حکومت کے ۳۸ویں سال پیش آیا اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سنہ ۴۴۶ء کا واقعہ[2] ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید جو آسمانی کتابوں کا محافظ و نگراں بھی ہے۔ ان مضطرب اور مختلف روایات اور تاریخی کہانیوں سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے جو کمی و بیشی حذف و تغیر اور ترمیم و اضافہ کا ہمیشہ سے شکار ہیں۔ عیسائیت کے خلاف تشدد اور مظالم کی لہر ہرقل (سنہ ۶۴۲ء) کے زمانہ میں زیادہ کھلے ہوئے اور تند و تیز طریقہ پر سامنے آئی اور اس کی تباہ

---

[1] دیکھیے گبن کی تاریخ۔

[2] تھیوڈوسیس کی مدتِ حکومت سنہ ۴۰۸ء سے سنہ ۴۵۰ء تک ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاریوں کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ رومیوں نے بالآخر اس کو عمومی طریقہ پر ختم کر دینے کی کوشش کی قسطنطین نے چوتھی صدی عیسوی میں عیسائیت قبول کر لی، اس لحاظ سے مسیحیت کی ابتدائی تاریخ اب تک اشتباہ اور بے یقینی کے پردوں میں ہے، غرابت وضعف روایت کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور اس میں تاریخی تدوین و ترتیب کی بھی بڑی کمی ہے جو اعتماد و یقین کے حصول کے لیے ضروری ہے۔

ایک چھوٹی سی جماعت کا ایک چھوٹے سے شہر میں روپوشی اور پناہ گیری کا واقعہ (جو پورے ملک کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے) ان کے اس ظہور یا دریافت کے واقعہ سے بہت مختلف ہے جس میں حیرت و استعجاب اور ندرت کے تمام عناصر جمع ہو گئے تھے اور جو اس بادشاہ کے عہد میں پیش آیا جو خود ان کا ہم مذہب تھا۔

اس واقعہ کی اصل اہمیت اور اثرات کا اندازہ اس ماحول ہی میں ہو سکتا ہے جس میں حشر و نشر اور حیات بعد الموت کا عقیدہ سخت اختلاف اور بحث مباحثہ کا موضوع تھا اور ایک ایسی روشن دلیل کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جو اس کے امکان و وقوع کا یقین پیدا کر سکے۔ اس قصہ کا انجام و اختتام اور اس عہد کا تعین جس میں اصحاب کہف اپنی نیند سے بیدار ہوئے اور ان کا آوازہ سارے ملک میں پھیل گیا۔ ایسا واقعہ ہے جس میں شک و شبہ اور تذبذب کی کوئی گنجائش نہ ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ انسانی فطرت اہم اور حیرت انگیز واقعات کی طرف ہمیشہ زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور اس کے دماغ کے حفاظت خانہ میں اچھی طرح محفوظ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریں مختلف دینی جذباتی اور عقلی محرکات کا بھی تقاضا یہ تھا کہ اس کو "تاریخ میں امانت داری کے ساتھ محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچا دیا جائے برخلاف قصہ کے آغاز کے جس میں اس وقت کوئی خاص کشش نہ تھی اور نہ ہی داعی و محرکات موجود تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے اس قصہ کا انتخاب کیوں کیا؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں اس عجیب و غریب قصہ کے ذکر کا اصل سبب محمد بن اسحاق کی وہ روایت ہے، جس میں علماء یہود کے پاس قریش کے ایک وفد کی آمد

لے ابن جریر بیان کرتے ہیں۔

روایت کی ہم سے ابو کریب نے کہ روایت کی ہم سے یونس بن بکر نے ان سے روایت کی محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہل مصر میں سے ایک شیخ نے جو کچھ اوپر سن چالیس میں آئے تھے۔ عکرمہ سے، انھوں نے ابن عباس سے روایت مجھے سنائی کہ قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ ابن ابی معیط کو مدینہ میں علماء یہود کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق دریافت کریں، اور ان کے اوصاف و اقوال ان کے سامنے رکھیں، اس لیے کہ یہ لوگ سب سے قدیم اہل کتاب میں سے ہیں اور انبیاء کا جتنا علم ان کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے، یہ دونوں چلے، جب مدینہ پہنچے تو ان علماء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا، آپ کے بعض اوصاف و اقوال سے ان کو آگاہ کیا کہ آپ لوگ توریت کے عالم ہیں۔ ہم آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ ہمارے ان صاحب کے سلسلہ میں کچھ خبر دیں، ان یہودی عالموں نے کہا کہ تم ان سے یہ تین باتیں پوچھنا جو ہیں تم کو بتاتا ہوں اگر وہ واقعی خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں، تو وہ اس کا صحیح صحیح جواب دے دیں گے، اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو سمجھ لینا کہ کوئی باتیں بنانے والا ہے۔ اس کے بعد جو سمجھ میں آئے کرنا۔ ان سے ان نوجوان کے بارہ میں پوچھنا جو قدیم زمانہ میں غائب ہو گئے تھے اس لیے کہ ان کی داستان بہت عجیب و غریب ہے۔ اس جہاں گرد سیاح شخص کے متعلق پوچھنا جو مشرق و مغرب دونوں جگہ پہونچ کر گیا تھا۔ اس کا کیا قصہ ہے اور روح کے متعلق پوچھنا کہ اس کی حقیقت کیا ہے اگر وہ ان باتوں کا جواب دے دیں اور سب واقعہ بیان کر دیں تو ان کی بات مان لینا اور اگر نہ بتائیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر ہے اجوان سے کچھ ایسے سوالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا امتحان لیا جا سکے۔ چنانچہ علماء یہود نے قریش کے وفد کو چند سوالات لکھ کر دیے جن میں ایک سوال اصحاب کہف کے سلسلہ میں بھی تھا۔

یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تب بھی وہ اس واقعہ کے ذکر کا بنیادی یا واحد سبب

(بقیہ صفحہ سابقہ) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں ہی یہ سب باتیں گھڑتے رہتے ہیں۔

یہ دونوں مکہ لوٹ کر آئے اور قریش کے پاس پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ آپ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بابت بہت فیصلہ کن چیز لے کر آئے ہیں۔ علماء یہود نے ہم کو یہ باتیں بتائی ہیں اس کے بعد انہوں نے ان سب باتوں کا ذکر کیا۔ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمدؐ، ہمیں ان باتوں کی خبر دیجیے۔ پھر انہوں نے وہ سب سوالات کیے جو انہوں نے بتائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل ان باتوں کا جواب دوں گا۔ آپ نے کوئی استثنا اس میں نہیں کیا وہ لوگ واپس ہو گئے۔ اس کے بعد ۱۵ روز آپ پر گزر گئے کہ نہ کوئی وحی نازل ہوتی تھی نہ جبرئیل علیہ السلام آتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ کو خوب کہنے سننے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کل کا وعدہ کیا تھا اور آج پندرہ دن ہو چکے ہیں۔ اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی نہیں بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت شاق گزری اور ان کی باتوں سے آپ کو تکلیف پہنچی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر آئے جس میں آپ کے رنج پر عتاب بھی تھا اور نوجوانوں کا قصہ بھی تھا اور سیاح شخص کا تذکرہ بھی تھا۔ اور ان کا یہ قول بھی (وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) ــــــــ واضح رہے کہ اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے جس سے محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں اور فنِ حدیث کے لحاظ سے یہ روایت زیادہ اعتماد کے قابل نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار نہیں دی جا سکتی جس واقعہ کا انتخاب ان بکثرت واقعات میں سے کیا گیا ہے جس میں مذہبی بنیاد پر اس سے زیادہ ظلم کی مثالیں ملتی ہیں اور جن کے علم کا ذریعہ وحی آسمانی کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ درحقیقت نزولِ آیات کے واقعات و اسباب (جن میں مفسرین نے بڑی تفصیل کے ساتھ اور دل کھول کر کلام کیا ہے اور جن سے علماء متقدمین نے ہمیشہ بڑی دل چسپی لی) اکثر اتنی اہمیت نہیں رکھتے ہیں، جتنی بہت سے علماء نے بیان کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اصلاح و تعلیم کے ان بڑے مقاصد میں جن کی تکمیل کے لیے قرآن مجید نازل ہوا، اس فاسد ماحول میں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اس فطرتِ انسانی میں جس میں کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوتا، ان زمانوں میں جو ہمیشہ رواں دواں ہیں اور اپنا لباس تبدیل کرتے رہتے ہیں اور انسانی نسلوں میں جن سے قرآن مجید برابر مخاطب ہے اور جن کی زمامِ قیادت اور منصب امامت نبوت محمدی کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے زیادہ طاقتور محرکات و داعی موجود ہیں۔ یہ اسباب کسی سوال اور چند لوگوں کے امتحان لینے کی خواہش یا بعض مفسرین کے بیان کردہ نشانِ نزول سے زیادہ لائق اہتمام اور قابل توجہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی بیش قیمت کتاب "الفوز الکبیر" میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے: کہ

> "عام مفسرین آیاتِ مخاصمت یا آیاتِ احکام میں سے ہر ایک آیت کو کسی نہ کسی واقعہ سے ضرور وابستہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی واقعہ اور قصہ اس کے نزول کا محرک تھا، حالانکہ یہ بات ثابت اور طے شدہ ہے کہ نزولِ قرآن کا بنیادی مقصد انسانی نفوس کی تہذیب و آراستگی، عقاید باطلہ کا خاتمہ اور اعمالِ فاسدہ کا انسداد ہے چنانچہ کسی عاقل و بالغ گروہ میں عقائد باطلہ کا وجود بذاتِ خود آیات و احکام کے نزول کا کافی و شافی سبب ہے۔ اسی طرح اعمالِ فاسدہ اور مظالم کا وجود آیاتِ احکام کے نزول کا محرک اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں اللہ تعالٰے کی جن نعمتوں، نشانیوں اور عبرت ناک واقعات کا ذکر آیا ہے، اُن سے غفلت و بے پرواہی آیات تذکیر کا سبب ہے، جزئی واقعات اور بعض متعین قصے میں جن کے منقولات وروایات میں مفسرین نے بڑی دراز نفسی اور درد سری سے کام لیا ہے، درحقیقت ان آیات کے نزول میں اثر دخل نہیں رکھتے، سوائے ان بعض آیات کے جن میں خود کسی ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا اس سے قبل پیش آیا۔ چنانچہ سامع کا خلجان دور کرنے کے لیے جو اس اشارہ سے پیدا ہوتا ہے اس موقع پر واقعہ کی تفصیل ضروری ہے[1]۔

اصحابِ کہف کا قصہ بہت مناسب وقت اور صحیح موقع و محل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ مکہ کے مسلمان اس وقت اسی قسم کے حالات سے دوچار تھے جن کا سامنا قیصروں کے ظلم وتشدد اور استبداد کے نقطۂ عروج میں اصحابِ کہف کو کرنا پڑا، یہ وقفہ جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس وقفہ سے بہت مشابہ تھا جس وقفہ میں ترک وطن اور غار میں روپوشی سے پہلے یہ صاحبِ ایمان نوجوان تھے اس سلسلہ میں قرآن مجید کی اس بلیغ و معجزانہ تصویر سے بڑھ کر کوئی تصویر نہیں ہو سکتی جن میں مکہ کے مسلمانوں کا پورا نقشہ بیان کر دیا گیا ہے:

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ	یاد کرو وہ وقت جب (مکہ میں) تمہاری تعداد بہت
مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ	تھی اور تم ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس وقت
أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ[2]	ڈرتے تھے کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں۔

حدیث کے مجموعے اور سیرت کی کتابیں ظلم وسنگدلی اور سفاکی و بے رحمی کے

[1] الفوز الکبیر ص ۔ ۴ ۔ ۵

[2] سورہ انفال ۔ ۲۶ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان واقعات سے پُر ہیں جو اہلِ ایمان کو پیش آ رہے تھے۔ حضرت بلال رضؓ، عمار رضؓ، خباب رضؓ، مصعب رضؓ، سمیّہ رضی اللہ عنہم اور ان کے دوسرے اصحاب و رفقاء کے واقعات سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں، اور وجدان و طبع سلیم میں ظلم کی نفرت و کراہیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ قرآن مجید اور سیرت نبوی میں اس گھُٹی گھُٹی فضا اور سہمے ہوئے ماحول کی پوری تصویر ہے جس میں مکّہ کے مسلمان زندگی گزار رہے تھے۔ اس بوجھل و کہر آلود فضا میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی اور معاشرہ میں کوئی ایسا روزن باقی نہ تھا جس سے روشنی کی کوئی شعاع یا تازہ ہوا کا کوئی جھونکا اندر آسکتا۔ مسلمان دراصل چکّی کے دو پاٹ کے درمیان آ گئے تھے یا دوسرے الفاظ میں ایک بے رحم و خونخوار درندہ کے پنجوں یا جبڑوں میں موت و زیست کی لڑائی لڑ رہے تھے، قرآن مجید نے اپنے بلیغ طرز پر اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰىٓ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ۔[۱]

جبکہ زمین اپنی ساری وسعت پر بھی ان کے لیے تنگ ہو گئی تھی اور وہ خود بھی اپنی جان سے تنگ آ گئے تھے اور انہوں نے جان لیا تھا کہ اللہ سے بھاگ کر انہیں کوئی پناہ نہیں مل سکتی مگر خود اسی کے دامن میں۔

عین اس وقت آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور قرآن مجید ان اہلِ ایمان کے لیے ایک ایسا قصہ بیان کرتا ہے جس میں تنگی کے بعد کشائش، سختی کے بعد آسانی، ذلت کے بعد عزت اور سات آسمانوں سے خارقِ عادت طریقہ پر نصرت الٰہی کے نزول کا ایک ایسا عجیب واقعہ پیش کیا گیا ہے جو ہر قیاس اور تجربہ کو جھوٹا ثابت کرتا ہے اور عقل و دانش کے تمام ظاہری پیمانوں کو چیلنج کرتا ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح سب پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک صاحبِ ایمان اقلیت بلکہ مٹھی بھر

[۱] سورۂ برأت - ۱۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوانوں کو جو ہر طاقت سے عاری اور ہر ہتھیار سے محروم و تہی دست تھے کفر و فسوق کے ایک جم غفیر اور ظلم و استبداد کے اس انسانی سمندر سے کس طرح نجات عطا فرماتا ہے، جس کے ہاتھ میں قوت و اقتدار کی زمام تھی اور جو دولت و طاقت کے تمام وسائل و ذخائر پر پوری طرح قابض تھا، وہ کس طرح زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو پیدا کرتا ہے۔ ظلمت کے پردوں سے نور ظاہر فرماتا ہے اور ان قاتلوں کو جن کے منہ کو خون لگ گیا تھا اور جو دوسروں کا کلیجہ چبانے پر آمادہ اور اپنے خون کی پیاس اور انتقام کی آگ بجھانے پر مصر تھے۔ نگہبان و پاسبان، والدین کی طرح شفیق، اور انسانیت کے رحم دل مربی و اتالیق بنا دیتا ہے، اور ایمان دار بیٹے کو کافر باپ کا وارث بناتا ہے

مکہ کے اہل ایمان اور اصحاب کہف میں قدر مشترک

اس سخت و نازک گھڑی میں جب مایوسی و بے دلی پوری فضا پر محیط تھی، کلیجے منہ کو آرہے تھے اور آنکھیں پتھرانے لگی تھیں، قرآن مجید نے مکہ کے اہل ایمان کو ایک طرف حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا نیز حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا وہ قصہ یاد دلایا جو فرد اور جماعت اور ایک نبی اور ان کی قوم کے متعلق ہے دوسری طرف اصحاب کہف کا یہ قصہ بیان کیا جس میں ایک ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے ایمان کے امتحان کی داستان بیان کی گئی ہے، یہ قصے اپنے زمانہ اور ماحول کے لحاظ سے نیز اپنی شخصیتوں اور کرداروں کے اعتبار سے ضرور مختلف ہیں لیکن اپنے مقصد میں متحد و متفق اور اپنے اختتام اور نتیجہ میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ اور قریب ہیں، ایک مرکزی، نقطہ ان سب میں پایا جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادۂ قاہرہ، جو ایک مومن کو کافر پر، متقی کو فاجر پر، مظلوم کو ظالم پر، کمزور کو ظالم پر، کمزور کو طاقتور پر، اور غریب کو امیر پر، اس طرح غالب اور فتح یاب کرتا ہے کہ انسانی عقلیں اس کی توجیہہ اور تشریح سے قاصر رہتی ہیں، ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافر بھی اس پر ایمان لانے پر مجبور ہوتا ہے اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی

سورہ یوسف کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

یقیناً ان لوگوں کے قصہ میں دانشمندوں کے لیے بڑی ہی عبرت ہے یہ کوئی جی سے گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اس کتاب کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے آچکی ہے، نیز ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں (ہدایت کی) ساری باتوں کی تفصیل ہے (یعنی الگ الگ کر کے واضح کر دینا ہے) اور رہنمائی ہے اور رحمت ہے!

سورہ ہود کے آخر میں آتا ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اور (اے پیغمبر!) رسولوں کی سرگزشتوں میں جو جو قصے ہم تجھے سناتے ہیں (یعنی جن جن اسلوبوں سے ہم سناتے ہیں) تو ان سب میں یہی بات ہے کہ تیرے دل کو تسکین دے دیں، اور پھر ان کے اندر تجھے امر حق مل گیا، (یعنی سچائی کی دلیلیں مل گئیں) اور موعظت کہ نصیحت پکڑنے والے نصیحت پکڑیں گے، اور یاد دہانی ہوئی مومنوں کے لیے!

جب ہم مکہ کے مسلمانوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان میں اور اصحاب کہف میں بڑی مشابہت نظر آتی ہے، اصحاب کہف نے اپنے دین و ایمان کو فتنہ سے بچانے کے لیے شہر چھوڑ کر ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی تھی وہ ایک طویل عرصہ تک وہاں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ ظالم و جابر حکومت جو اہل ایمان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی تھی ختم ہوئی اور روم کے تخت پر بت پرستانہ و ظالمانہ حکومتوں کے طویل سلسلہ کے بعد ایک ایسا شخص متمکن ہوا جو دین مسیحی کا حامی اور داعی تھا، اور اس کی طرف اپنے انتساب پر فخر کرتا تھا اور چاہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ ہر اس شخص کی پوری قدردانی اور عزت افزائی کرے جو ان مظالم کا شکار ہوا ہے اور اس کو عظمت و تقدس کے اس مقام پر پہنچا دے جو اس کا حق ہے۔

مکّہ کے مسلمان بھی اپنے دین پر اس طرح صبر و استقامت کے ساتھ قائم رہے جیسے کوئی شخص اپنی مٹھی میں انگارا لیے ہوئے ہو اور کسی تپتے ہوئے اور دہکتے ہوئے پتھر پر کھڑا ہو، بالآخر نجات کی صورت پردۂ غیب سے ظاہر ہوئی اور ان کو ہجرت کی اجازت ملی اور وہ بھی اس محفوظ قلعہ اور مضبوط غار میں پناہ گیر ہوئے جس کا نام یثرب ہے، البتہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اس سے کچھ زیادہ منظور تھا، جتنا ان صاحب ایمان نوجوان کے ساتھ جو دوسری صدی عیسوی میں غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ فیصلۂ الٰہی یہ تھا کہ ان کے ذریعہ اس کا دین پورے روئے زمین پر غالب آئے اور بحر و بر کا کوئی حصّہ اس کے ابرِ رحمت سے محروم نہ رہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ [1]	وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

چنانچہ اس نے بعثتِ محمدی کو (جس پر نبوت کا سلسلہ تمام ہوا) پوری امت کی بعثت کا ذریعہ بنا دیا:

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [2]	(اے پیروانِ دعوتِ ایمانی!) تم تمام امتوں میں بہتر امت "ہو جو لوگوں (کی ارشاد و اصلاح) کے لیے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، اور اللہ پر (سچا) ایمان رکھنے والے ہو۔

[1] سورہ صف ۹۔

[2] سورۂ آل عمران ۔۔۱۱۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ — تم سہولت پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی و

وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ[1] — سختی کرنے والے بنا کر نہیں۔

اس مومن اقلیت کے لیے یہ تنگ و محدود غار بالکل ناکافی تھا، جس میں وہ زندگی کے دھارے سے کٹ کر اپنی زندگی کے دن پورے کرے جب کہ دعوت اسلامی کا پورا انحصار اس پر تھا۔ انسانیت کا مستقبل اس کے ساتھ وابستہ تھا، حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان میں یہ امت زمین کا نمک تھی، اس معمولی تخم پر ان سرسبز و شاداب کھیتوں کا دار و مدار تھا جس میں انسانیت کی زندگی اور بنی نوع انسان کی بقا و فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ اقلیت ضائع نہ ہو، بیداری کے بعد پھر نیند کا شکار نہ ہو۔ عزلت و گوشہ نشینی کی زندگی نہ گزارے بلکہ خدا کے دین کی کھل کر دعوت دے۔ باطل کا اعلانیہ مقابلہ کرے۔ انسانیت کو ظلم و استبداد کے شکنجہ سے آزاد کرائے اور اللہ کا نام اور کلمہ ہر چیز پر غالب اور بلند کرے۔

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ — یہاں تک کہ ظلم و فساد باقی نہ رہے اور دین کا سارا

الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ[2] — معاملہ اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

اصحاب کہف کے قاصد جب اپنے غار سے نکل کر شہر گئے تو ان کو ایک نئی دنیا نظر آئی۔ لوگ بھی مختلف اور ان کی تہذیب و تمدن بھی مختلف اور ان کا مذہب بھی مختلف انھوں نے دیکھا کہ ان ہی کا دین اس ملک میں حکمران اور غالب ہے اور ان کے عقائد احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب مہاجرین مدینہ سے مکہ آئے تو مکہ نے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اب وہاں اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا، بیت اللہ

---

[1] روایت ابوہریرہؓ (ترمذی)

[2] سورۃ انفال ۳۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی، آپ کو اختیار تھا، جس کو چاہیں عنایت فرمائیں۔ ہر قسم کی عزت و شرافت اسلام کے اندر سمٹ کر آگئی تھی اور شرک و بت پرستی ذلت و تحقیر کے ہم معنیٰ بن گئی تھی۔ کل کے نکالے ہوئے آج کے حاکم، انسانیت کے معلم اور قافلہ انسانی کے رہبر و رہنما تھے۔

اس لحاظ سے دیکھیے تو اصحاب کہف کا یہ قصہ مکہ کے اہل ایمان اور نوجوان مہاجرین کی زندگی سے کس قدر مشابہ ہے، جو تھوڑا بہت فرق ہے، وہ اسلام کے مزاج عام اور انسانی ضروریات و تغیرات کا لازمہ اور قدرتی نتیجہ ہے۔

تاریخ اپنے کو بار بار دُہراتی ہے:

اللہ تعالٰے نے اس دین کے لیے ابدیت اور اشاعت عام اور اس اُمّت کے لیے بقائے دوام کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ان تمام مرحلوں سے گزرے جن سے گزشتہ قومیں تاریخ کے مختلف زمانوں میں گزر رہی تھیں اور اس کی دعوت کو ان تمام قدرتی اور طبعی چیزوں کا سامنا کرنا پڑے جو انسانی زندگی میں پیش آتی رہتی ہیں۔ اس کو کبھی قوت حاصل رہی، کبھی کمزوری، کبھی کثرت، کبھی قلت، کبھی موافقت کبھی مخالفت، کبھی فتح اور کبھی ہزیمت۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر وہ جماعتیں جو دعوت کی علمبردار ہیں اور عقائد صحیحہ پر قائم ہیں، سخت ترین مظالم کی شکار ہوتی ہیں، ان کو ایذا رسانی اور جلا وطنی کی طرح طرح کی قسموں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی یہ غیر مسلم حکومتوں میں ہوتا ہے اور کبھی ان حکومتوں کے زیر سایہ جن کو اسلامی حکومتیں کہا جاتا ہے اور جس کی قیادت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو کلمہ گو کہلاتے ہیں۔ جو بڑی بڑی مسجدیں بناتے ہیں، میلاد اور شب معراج کے شاندار جلسے کراتے ہیں، بہت شان و شوکت کے ساتھ عید مناتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ وہ اسلام کی دعوت اور عقائد صحیحہ کو اپنے وجود، سالمیت اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے استحکام وبقا کے لیے اکثر جاہلی تحریکوں، مشرکانہ خرافات اور ملحدانہ خیالات سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔ اس وقت اصحاب کہف کا قصہ سرزمین اسلام میں پھر دہرایا جاتا ہے، کمزور صاحب ایمان اقلیت اور منافق وطاقت ور اکثریت کے درمیان کشمکش پھر برپا ہوتی ہے اور مسلم نوجوان اصحاب کہف کے قصہ سے دوبارہ روشنی، بصیرت اور نشاط حاصل کرتے ہیں:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ○ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا[1]

وہ چند نوجوان تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں کی (صبر واستقامت میں) بندش کر دی، وہ جب (راہ حق میں) کھڑے ہوئے تو انہوں نے (صاف صاف) کہہ دیا "ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکارنے والے نہیں اگر ہم ایسا کریں تو یہ بڑی ہی بے جا بات ہوگی"

کبھی کبھی یہ حالت اتنی سخت اور جان لیوا ہوتی ہے اور زندگی اور ایمان وعقیدہ کو باہم جمع کرنا اس قدر محال ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اس معاشرہ کو خیرباد کہہ دینے اور عزلت وتنہائی کی زندگی گزارنے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا، یہ وہ حالت ہے جو صدیوں اور تاریخ کے طویل وقفوں کے بعد پیش آتی ہے۔ لیکن نبوت محمدی نے جو تمام زمانوں کی نبوت ہے اور ہر قسم کے حالات میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يوشك ان يكون خير مال المسلم

قریب ہے کہ مومن کا بہتر ین مال بکریاں رہ جائیں

[1] سورۂ کہف۔ ۱۳-۱۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنماً یتبع بہ شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن[1] ۔ جن کو لے کر اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لیے وہ کسی دامنِ کوہ میں یا کسی زرخیز وادی میں چلا جائے۔

یہ وہ موقع ہے جہاں سورۂ کہف مومن کی مدد کے لیے سامنے آتی ہے۔ اور وہ راستہ روشن کر دیتی ہے جس پر اس کو جانا چاہیے۔

اب اصحابِ کہف کا قصہ قرآن مجید کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے، یہ ایک ایسا دائرہ فریم ہے جس میں زندگی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی نظر آئے گی اور مختلف قسم کی عبرتیں اور نصیحتیں ہمیں حاصل ہوں گی۔

بُت پرستی و بے قیدی کی حکومت میں:

رومۃ الکبریٰ کے ایک شہر میں (جس کو آپ افیس یا افسوس جو چاہیں کہہ سکتے ہیں) مسیحی تاریخ کے آغاز میں مادہ پرستی اور اس کے نتیجہ میں علانیہ بت پرستی اور کھلی ہوئی لذت پرستی اور شہوت پرستی کا ہمیشہ اس طرح ساتھ رہا ہے جیسے ان دونوں کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو، قدیم ہندوستان کے کھنڈر اور تاریخی مقامات کی کھدائی سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور یونان و مصر اور عرب کے عہد جاہلیت میں بھی یہی بات نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی یہ قصہ پیش آیا، بت پرستی اور شہوت پرستی کا تیز رو سیلاب اپنے ساتھ تمام روحانی و اخلاقی قدروں کو بہالے گیا اور اس سلطنت کے مرکز اور قلب میں ایک ایسی خالص مادہ پرست سوسائٹی وجود میں آگئی جو ظواہر و محسوسات، وقتی لذتوں اور عارضی نقد فائدوں کے سوا کسی اور چیز کی قائل نہ تھی حکومت قدرتی طور پر معیشت کے تمام وسائل پر قابض تھی اور خوشحالی و دولت مندی اور عزت و اقتدار کا سرچشمہ اور مرکز بن گئی تھی۔ اس کے عقیدہ ورجحان

[1] روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (بخاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اختیار کرنا اور اہل حکومت کی نقل ایک الیسا پل تھا، جو بہت آسانی کے ساتھ حکومت واقتدار اور عزت وجاہ کی منزل تک پہنچا دیتا تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس کے ارد گرد موقع پرستوں اور طالع آزماؤں کا ایک جمگھٹا لگ گیا تھا، اور انسانوں کی صرف ایک "قطع"، یا ایک "ڈیزائن"، باقی رہ گیا تھا، یعنی خواہش نفس کے غلام، کرسیوں کے عاشق اور ریاستوں وجاگیروں پر مرنے والے۔

حکومت بھی اس عقیدہ ورجحان کو اہل ملک پر نافذ کرنے پر مصر تھی اور اس بے لگام زندگی اور بت پرستانہ نظام کی جو بھی مخالفت کرتا اس کا تعاقب کرتی کبھی اس کو زندگی کی دولت ہی سے محروم کر دیتی، کبھی شہری حقوق چھیننے پر اکتفا کرتی، پورے ملک میں زندگی کا ایک طرز اور ایک اسلوب بن گیا تھا، جو خرافات اور شہوت پسندی سے مرکب تھا، اس میں کسی نئے رنگ کی گنجائش اور عقیدہ واخلاق میں کسی تنوع کی اجازت نہ تھی اور ملک کے تمام باشندے (اپنے طبقوں، نسلوں، عمروں اور عقلوں کے اختلاف اور فرق کے باوجود) کسی مطبوعہ کتاب کی کاپی بن کر رہ گئے تھے، جس کے کسی نسخہ میں کوئی کمی بیشی یا فرق نہ تھا۔

انقلابی مومن:

بت پرستی کی اس ظالمانہ حکومت، حیا سوز معاشرہ، دہشت انگیز ماحول اور گھٹی ہوئی فضا میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت پہنچی، ان کے نرم دل، زندہ ضمیر اور طبع سلیم نے اس آواز پر لبیک کہا اور پھر یہ دعوت ان کے دل ودماغ پر نہ صرف پوری طرح چھاگئی، بلکہ ان کے لیے ایمان وعقیدہ، لذت وقوت اور یقین وامر بدیہی بن گئی جس کے بغیر ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل تھا اور جس کو وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لیے تیار نہ تھے خواہ اس کے بدلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو اپنی جان ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔

یہ وہ جگہ تھی، جہاں یہ کشمکش سب سے پہلے برپا ہوئی یہ کشمکش خود ان کے دلوں میں پیدا ہوئی اس کے بعد اس کے اثرات باہر تک پہنچے (اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس قسم کی کشمکش سب سے پہلے آدمی کے اپنے دل میں پیدا ہوتی ہے) انہوں نے حکومت کی بالکل مختلف اور متوازی سمت میں چلنا شروع کیا، حکومت بت پرست تھی اور اس کے سوا کچھ اور ماننے اور سننے کی روادار نہ تھی، سوسائٹی گندی تھی اور گندگی کے سوا کسی اور چیز پر راضی نہ تھی اور اس حکومت اور معاشرہ کی رضامندی کے بغیر زندگی گزارنا آسان کام نہ تھا۔ اسباب و مسببات کا فلسفہ، تہذیب اور معاشرہ کا مطالعہ اور زندگی کے آشکارا حقائق سب ان پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ حکومت اور معاشرہ کے سامنے سپر ڈال دیں، اس لیے کہ کھانے کے بغیر پیٹ نہیں بھرتا اور کھانا بغیر روپیہ کے نہیں مل سکتا اور روپیہ صرف حکومت کے پاس ہے۔ عزت و نیک نامی صرف جاہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور جاہ بغیر سرکاری نوکری اور افسری کے ہاتھ نہیں آتا اور نوکری صرف حکومت کے اختیار میں ہے، عافیت، سکون اور سلامتی صرف زمانہ سازی اور سوسائٹی کی موافقت و حمایت میں ہے اور یہ موافقت و اتحاد رائج الوقت عقائد اور رجحان عام کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں، یہ وہ مادی منطق اور طرز استدلال ہے جو انسانی مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے اور اس طرح کے تمام معاملات میں یہی نفسیات کارفرما نظر آتی ہے۔

لیکن یہ لوگ بظاہر اس کھلی ہوئی اور صاف منطق کی بھی مخالفت کرتے ہیں جو اس کے داعیوں اور حامیوں کی نگاہ میں دو دو چار کی طرح یقینی اور آسان ہے۔ وہ اپنے ایمان اور عقیدہ سے رہنمائی اور مدد حاصل کرتے ہیں اور اس وقت ان کی دور رس و عمیق نگاہ حاضر و موجود کے پردوں کو چاک کر کے بہت آگے پہنچتی ہے اور ان کے سامنے وہ نقشہ آتا ہے جو شہود سے ماوراء ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان اسباب و وسائل کے سوا جن پر یہ حکومتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابض ہیں اور جو سوسائٹی کے تصرف میں نظر آتی ہے، ایک سبب اور ہے اور وہ ارادۂ الٰہی ہے جس نے خود ان اسباب کو پیدا کیا ہے اور تنہا اسی کی مشیت پردہ کے پیچھے سے اس کو چلا رہی ہے۔ یہ مشیت جس کے ساتھ ہو جاتی ہے اس پر اسباب یا اسباب والے مطلق اثر انداز نہیں ہوتے اور وہ ان کا کبھی محتاج نہیں، اللہ تعالےٰ حالات اور زمانہ کی رفتار اور چال تک کو اس کے تابع اور اس کی ضرورت اور حال کے مطابق بنا دیتا ہے، اس کے سارے کاموں اور معاملات میں غیر معمولی سہولت کشادگی اور آسائش پیدا کرتا ہے اور اس کو اپنی خصوصی رحمتوں و نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس لیے اس کو ظاہری اسباب کے سامنے سر جھکانے اور ان غریبوں اور کمزوروں کے در پر جبہ سائی کرنے اور ذلیل ہونے کی ضرورت نہیں۔ صرف عقیدہ پر مضبوطی اور ثابت قدمی ضروری ہے۔

یہ وہ موقع ہے جب ایمان، مادیت پر اور منطق ایمانی، منطق برہانی پر پوری طرح غالب آتی ہے اور یہی سارے قصہ کی جان اور اس کی "شاہ کلید" ہے:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۝ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ۝ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝	"وہ چند نوجوان تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں کی (صبر واستقامت میں) بندش کر دی، وہ جب (راہ حق میں) کھڑے ہوئے تو انہوں نے (صاف صاف) کہہ دیا "ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکارنے والے نہیں، اگر ہم ایسا کریں تو بڑی بے جا بات ہوگی"۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جو اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو پکڑے بیٹھے ہیں وہ اگر معبود ہیں تو کیوں اُن کے لیے روشن دلیل پیش نہیں کرتے؟ (ان کے پاس تو کوئی دلیل نہیں) پھر اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ کہہ کر بہتان باندھے۔[1]

عقیدہ کے بغیر زندگی یا زندگی کے بغیر عقیدہ:

لیکن سوال یہ تھا کہ جب زمین تنگ ہو چکی ہو۔ حکومت کے اثر سے ساری آبادی ان کے خلاف ہو اور معیشت کے اسباب اور رزق کے دروازے بھی بند ہوں اس وقت عقیدہ پر آخر کس طرح قائم رہا جائے۔ ان کے سامنے یا تو ایسی زندگی تھی جو عقیدہ اور اخلاق سے عاری تھی یا ایسا عقیدہ جو زندگی اور حریت سے محروم تھا۔

یہاں ایمان ان کی دست گیری کرتا ہے، اور ان کے دل میں یہ یقین پیدا کر دیتا ہے کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے اور اللہ تعالےٰ کی نصرت پر ان کو پورا بھروسہ کرنا چاہیے اور اب جبکہ وہ اپنے تمام فوائد و منافع اور سہولتوں اور لذتوں سے دست کش ہو چکے ہیں اس مقام پر رہنے کے پابند نہیں:

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا[2]

(پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ) جب ہم نے ان لوگوں سے اور ان سے جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں، کنارہ کشی کر لی تو چاہیے کہ غار میں چل کر پناہ لیں، ہمارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ ہم پر پھیلائے گا اور ہمارے اس معاملہ کے لیے (سارے) سروسامان مہیا کر دے گا۔

---

[1] سورہ کہف ۱۸/۱۴، ۱۵۔

[2] سورہ کہف ۱۸/۱۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکِ وطن کا صحیح طریقہ:

یہ ہو سکتا تھا کہ وہ منہ اٹھائے جدھر چاہتے چل دیتے، ہر شخص اپنا راستہ لیتا اور اپنی دنیا الگ آباد کرتا اور ایک ایک غار یا پہاڑ کی چوٹی لے کر بیٹھ جاتا جس طرح عیسائی اپنی راہبانہ زندگی اور دورِ انحطاط میں ہمیشہ کرتے آئے تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ سب ایک ساتھ جماعتی طریقہ پر اس شہر کو خیرباد کہیں، اپنے دین و عقیدہ کو سینہ سے لگائے اور حرزِ جان بنائے ہوئے، خدا کی رحمت کے طلب گار، اور کشائش و کامیابی اور نصرِ مبین کے منتظر اور امیدوار، یہ وہ مناسب طریقہ اور صحیح راستہ ہے جو اہلِ ایمان کو ہر اس موقع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جب زمین ان پر تنگ ہو چکی ہو، سارے دروازے ان کے لیے بند کر دیے جائیں اور ان کی سب سے قیمتی دولت، دین و ایمان کے ضائع ہونے کا پورا اندیشہ اور خطرہ ہو۔

ایمان و جوانمردی اور فرار الی اللہ کا انعام

اس کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے؟ ایمان و جوانمردی کی شرط جب وہ پوری کر دیتے ہیں جو نصرتِ الٰہی اور تائیدِ غیبی کے دستور کی دو بنیادی صفتیں ہیں یعنی (اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ) (وہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے) تو اللہ تعالےٰ بھی ان کے حق میں اپنے سارے وعدے پورے فرماتا ہے، جس کو اس نے ہدایت اور ثابت قدمی میں زیادتی و اضافہ سے تعبیر کیا ہے:

وَزِدْنَاھُمْ ھُدًی ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ [1] ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں کی (صبر و استقامت میں) بندش کر دی۔

[1] سورۂ کہف ۱۳-۱۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مسلمان مہاجر کو جو اپنی سوسائٹی اور ماحول سے بغاوت کرتا اور آمرانہ حکومت اور مادی طاقت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے ہدایت و ثابت قدمی کی سب سے زیادہ احتیاج ہوتی ہے اور اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے خائف اور مضطرب دل کو سکون اور قوت عطا فرمائے۔ ان شریف و باہمت نوجوان کے لیے بھی اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور ان کو مزید ہدایت سے نوازا، ان کا دل اونچا رکھا اور بزدلی اور خوف اور حیرت و اضطراب کو شجاعت وسکینت، قوت و اعتماد اور مسرت و انبساط اور تسلیم و رضا کی شان سے بدل دیا، اور یہی راہ خدا کے ہر اس مہاجر کا زادِ سفر، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا ہتھیار رہے ہے، جو بے خدا معاشرہ کا باغی اور اپنے عہد اور زمانہ سے بر سرِ پیکار رہے۔

پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ جب وہ اپنا مستقر اور شہر چھوڑ کر اور تمدن کی تمام رنگینیوں اور شہر کی دلچسپیوں سے منہ موڑ کر اور اسباب معیشت سے دست کش ہو کر نکل کھڑے ہوئے اپنا وطنِ عزیز اور اپنا وہ محبوب و باعزت گھرانہ بھی ان کو چھوڑنا پڑا جو بڑا شریف و نیک نام اور عالی نسب تھا۔[1]

تو اس کا انعام اور بدلہ ان کو یہ ملا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک ایسے کشادہ اور صحتِ طب کے لحاظ سے موزوں ترین غار[2] کی طرف ان کی رہنمائی کی کہ بڑی بڑی تنظیمیں مل کر بھی کوئی ایسی وسیع، لطیف، اور صحت مند پناہ گاہ تعمیر نہیں کر سکتیں، اس کی شان یہ تھی کہ سورج کی روشنی اور گرمی اس میں ضرور پہونچتی تھی، لیکن اس کے مضر اثرات (یعنی ضرورت سے بڑھی ہوئی

---

[1] آلوسی زادہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ نوجوان رومیوں کے شاہی خاندان اور طبقۂ اشراف سے تعلق رکھتے تھے (روح) اور حافظ ابن کثیر نے اس قول کو مفسرین سلف و خلف کی اکثریت کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم ج

[2] لسان العرب میں ہے کہ کہف پہاڑ کے غار کو کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اگر زیادہ کشادہ اور بڑا ہو گا تو اس کو کہف کہا جائے گا، تنگ اور چھوٹا ہو گا تو اس کو المغارہ کہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرارت اور تپش) سے وہ محفوظ رہتا تھا۔ دوسری طرف تازہ اور پاکیزہ ہوا ان کو زندگی و نشاط سے مالا مال کرتی تھی:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ[1]

"اور وہ جس غار میں بیٹھے، وہ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ ان کے داہنے جانب سے ہٹا ہوا رہتا ہے اور جب ڈوبے تو بائیں طرف کترا کر نکل جاتا ہے (یعنی کسی حال میں بھی اس کی شعاعیں اندر نہیں پہنچتیں) اور وہ اس کے اندر ایک کشادہ جگہ میں پڑے ہیں۔

اس طرح اس متعفن اور نجس تہذیب اور اس کے ظالم و بدکردار علم بردار دل اور حامیوں سے ان کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور زندگی کے قدرتی اسباب و وسائل اور پاک و نظیف بیرونی دنیا سے استوار ہو گیا وہ دنیا سے کنارہ کش بھی تھے، لیکن اس کے تمام منافع اور سہولتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز بھی ہو رہے تھے اور یہ صرف ایمان محکم اور جہاد صادق کا ثمرہ اور لطف الٰہی اور ہدایت ربانی کا کرشمہ ہے۔

ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ[2]

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (کہ انہوں نے حق کی خاطر دنیا اور دنیا کے سارے علاقے چھوڑ دیے) جس کسی پر وہ (کامیابی کی) راہ کھول دے تو وہی راہ پر ہے۔

---

[1] سورۂ کہف، ۱۷۔ روح المعانی میں ہے کہ ان کو دھوپ سے اصلاً واسطہ ہی نہ پڑتا تھا کہ ان کو کچھ تکلیف ہوتی وہ غار کے وسط میں تھے تازہ ہوا ان کو حاصل ہوتی تھی، اور غار کی تکلیف دہ تنگی اور سورج کی سوزش و تپش سے وہ محفوظ تھے (ج ۵ ص ۳۱) امام رازی نے لکھا ہے کہ غار کا دروازہ شمال کی جانب کھلتا تھا، جب سورج طلوع ہوتا تو غار کے داہنی طرف ہوتا جب غروب ہوتا تو شمال کی طرف ہوتا، ج ۵ ص ۴۶۶

[2] سورۂ کہف۔ ۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کی قدرت اور شریعت کے منکروں اور فطرت اور کائنات کے باغیوں اور سرکشوں نے ہمیشہ اپنی ساری صلاحیتیں اور توانائیاں اور سارا علم اور ذہانت اس بات پر صرف کی کہ شیریں، خوشگوار اور صاف و شفاف چشمۂ حیات کا کوئی جرعہ ان کے نصیب میں آجائے اس کے لیے کائنات کی طاقتوں کی انہوں نے تسخیر کی راحت و آسائش کے تمام وسائل و ذرائع فراہم کئے لیکن نتیجہ سے ہمیشہ محروم رہے، کائنات اور زندگی کے وسائل الٹے ان ہی کے خلاف ہو گئے اور ان جگہوں سے ان کو ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا، جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہ جاتا تھا اور بالآخر خود اپنے ہی ایجادات و وسائل، مہلک بیماریوں، نئے نئے پیچیدہ مسئلوں اور تباہ کن جنگوں کا شکار ہو کر رہ گئے:

وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا[1] — اور جس پر گم کردے راہ تو تم کسی کو اس کا کارساز اس کا راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے:

ایمانی غار کی زندگی:

اس ایمانی غار میں اپنی زندگی انہوں نے تعطل و بے عملی میں نہیں گزاری وہ وہاں ظلمت یا بے بصری میں مبتلا تھے اور نہ خدا کے قانون و ہدایت نامہ سے محروم تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحیفے اور لکھے ہوئے اوراق (جو شاید تورات و انجیل سے متعلق ہوں) اور علوم نبوت کے آثار باقیہ وہ شہر چھوڑتے وقت اپنے ساتھ لیتے آئے تھے[2] اور یہ ایک ایسا نمونہ ہے

---

[1] سورۂ کہف، ۱۷۔

[2] قرآن ان لوگوں کا ذکر اصحاب الکہف والرقیم کے ساتھ کرتا ہے، رقیم کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر کی سل ہے جس پر ان کا قصہ یا ان کے نام لکھے ہوئے ہیں اور جو غار کے دروازہ پر ایستادہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ گاؤں یا شہر کا نام ہے مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے مضمون میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ لکھے ہوئے صحیفے یا اوراق ہیں جو غار میں ان کے مونس و رفیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر اپنے ماحول و معاشرہ سے تمام بغاوت کرنے والے اور تمام مہاجر اور پناہ گیر اس وقت عمل کر سکتے ہیں جب عزلت و ہجرت کا موقع ہو اور اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔

جب زادِ راہ اور ذخیرہ جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، ختم ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک میٹھی گہری اور طویل نیند کی آغوش میں پہنچا دیا، اور کھانے پینے کی احتیاج بھی باقی نہ رہی:

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ[1] — تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر چند سال کے لیے گہری نیند سلا دیا۔

رومہ میں حالات کی تبدیلی:

اب اصحابِ کہف کے معجزانہ واقعات میں سے سب سے بڑا معجزہ ظاہر ہوتا ہے، ان کی نیند اور گوشہ نشینی کے دوران ان کے شہر پوری مملکت اور اس کے ماتحت علاقوں میں حالات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں، بت پرستی اور شہوت پرستی کی بساط اُلٹ

(بقیہ صفحہ سابقہ) تھے، ان کے اس خیال کی تائید عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو صاحب روح المعانی نے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ دراصل ایک کتاب تھی جو ان کے پاس تھی اس میں دین عیسوی کی تعلیمات درج تھیں (ج ۵، صلا) اور ہمارے نزدیک زیادہ قابلِ ترجیح بات یہی ہے۔ ابن جریر نے اپنی سند سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ "رقیم کتاب کو کہتے ہیں اور اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی ہے مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ، كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ، يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہ دراصل حضرت ابن عباس رض کا قول ہے جسے امام بخاری نے قصہ اصحاب الکہف اور کتاب التفسیر میں بدوں نسبت کے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وهذا هو الظاهر من الآية وهو اختيار ابن جرير (فتح الباری ابن کثیر)

[1] سورۂ کہف، ۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اور زمانہ کا حافظہ اس کے بڑے بڑے علم برداروں کے نام تک فراموش کر دیتا ہے اور اس بت فروش اور حیا سوز معاشرہ کے ملبہ پر ایک ایسی حکومت اور معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر اور مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا اور اس نئے مذہب کا پرجوش وکیل اور داعی تھا جس سے گزشتہ حکومتیں طویل عرصہ تک برسرِ جنگ رہیں اور ان کے نمائندوں اور پیروؤں کو جلاوطن کرتی رہیں اور طرح طرح سے ستاتی رہیں۔ اب اس کے بجائے اس مذہب کی طرف انتساب کرنے والوں کی توقیر کی جاتی تھی اور نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال ہوتا تھا، یہ وہ موقع ہے جب اصحابِ کہف اپنی طویل نیند سے بیدار ہوتے ہیں جو تین سو برس سے زیادہ سے ان پر طاری تھی:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ؕ اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے۔

وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ہم لوگ کتنی دیر سے سو رہے تھے۔ اس طویل وقفہ کے اندازہ اور تعیین میں وہ مختلف رائے ظاہر کرتے ہیں، پھر معاملہ خدا پر چھوڑ دیتے ہیں، اس لیے کہ ان باتوں پر نہ دین کا انحصار ہے نہ دنیا کا:

۱؎ یہ قسطنطین اکبر کے عہد کا واقعہ ہے جسے ۳۰۶ء میں زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی اور عام روایت کے مطابق عیسائیت قبول کر لی تھی (بہت سے مورخ اس کے اخلاص اور درستی نیت میں شک کرتے ہیں، ان کے نزدیک اس نئے مذہب کو اختیار کرنا سیاسی مصالح کے لیے تھا) اور ملک کا سرکاری مذہب بھی عیسائیت کو قرار دیا تھا۔ اس نے عقیدۂ عیسائیت میں اتحاد و ہم آہنگی پیدا کرنے اور مذہبی اختلافات اور فرقہ بندیوں کو ختم کرنے کے لیے پادریوں کی کئی اہم مجلسیں منعقد کی تھیں۔ یہ وہی حکمران ہے جس نے ۳۳۰ء میں قسطنطنیہ کا شہر آباد کیا جو اس کے نام سے موسوم ہے اور جو اس کی حکومت کا پایۂ تخت تھا۔ اس کا انتقال ۳۳۷ء میں ہوا۔

۲؎ سورۂ کہف، ۲۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ[1]

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا "ہم یہاں کتنی دیر تک رہے ہوں گے ؟" سب نے کہا "ایک دن یا ایک دن کا کوئی حصہ" پھر (جب ٹھیک ٹھیک مدت معلوم نہ کر سکے تو) بولے ہمارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کتنی دیر تک پڑے رہے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کو بھوک لگتی ہے۔ اپنے ایک ساتھی کو وہ اس پر متعین کرتے ہیں کہ وہ کہیں سے اچھے اور پاکیزہ کھانے کا بندوبست کرے جو چاندی کے سکے وہ اپنے ساتھ لیتے آئے تھے وہ اس کے حوالہ کر کے شہر روانہ کرتے ہیں۔

فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

اچھا ایک آدمی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو، جا کر دیکھے کس کے یہاں اچھا کھانا ملتا ہے اور جہاں کہیں سے ملے تھوڑی بہت غذا لے آئے۔

ان کی دانست میں حکومت ابھی تک دشمنوں کے ہاتھ میں تھی اور جاسوس سپاہی ہر طرف ان کے تعاقب میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لیے انھوں نے جاتے وقت اپنے ساتھی کو احتیاط اور نرمی سے کام لینے کی خاص طور پر ہدایت کی:

وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝

اور ہاں، چپکے سے لائے کسی کو ہماری خبر نہ ہونے پائے اور اگر لوگوں نے خبر پالی تو وہ چھوڑنے والے نہیں۔ یا تو سنگسار کریں گے، یا مجبور کریں گے کہ پھر ان کے دین میں واپس چلے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر کبھی تم فلاح نہ پا سکو گے۔

---

[1] سورۂ کہف ۲۵۔

[2] امام رازی نے ازکیٰ طعاماً کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زیادہ پاکیزہ اور مزے دار، اور یہ لکھا ہے کہ اس آیت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زادِ راہ اور غذا کا انتظام شریعت الٰہی میں ثابت و مسلم ہے اور اس سے توکل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف اہل شہر بُت پرستوں کے عہد حکومت میں ان خدا پرست نوجوانوں پر ظلم و زیادتی کے قصہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کو اس کا علم تھا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور وہ کس طرح اچانک روپوش ہو گئے کہ ان کے نام و نشان کا پتہ تک نہ چلا، عیسائی حکومت نئی اور تازہ دم تھی اور عیسائیت کے آثار و نشانات کو پھر سے اجاگر کرنا چاہتی تھی اور اس کے خاص رہنماؤں، قربانی دینے والوں اور شہیدوں کے کارنامے دوبارہ زندہ کرنا چاہتی تھی اور اس فکر میں تھی کہ ان کی کوئی بڑی یادگار قائم کرے اور ان لوگوں میں اصحاب الکہف والرقیم قدرتی طور پر اس کی نظر میں سب سے پہلے آتے تھے۔

کل کے جلاوطن آج کے ہیرو

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب کہف کا قصہ پورے شہر کا موضوع بن گیا، ان کا فرستادہ چھپتے چھپاتے، نظریں بچاتے، مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوا وہ جلد سے جلد کوئی لذیذ و پاکیزہ کھانا لے کر الٹے پاؤں واپس آنا چاہتا تھا کہ اچانک وہ پورے شہر کی نگاہوں کا مرکز بن گیا اور وہ اور ان کے سارے ساتھی دیکھتے دیکھتے ہیرو قرار دیے گئے اور سرکاری و غیر سرکاری دونوں سطح پر ان کے جہاد و قربانی اور عزیمت کے نغمے گائے جانے لگے۔

سب سے پہلے ان قدیم سکوں نے (یا اس قدیم لہجہ اور مخصوص پوشاک نے) ان کا راز فاش کیا، لیکن قرآن مجید ان تفصیلات سے زیادہ سروکار نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ اس کا موضوع ہدایت ہے، قصہ و داستان گوئی نہیں۔ پورے شہر بلکہ ملک کے تمام

(بقیہ صفحہ سابقہ)

۵۳ سورۂ کہف - ۱۹ -

۵۴ ایضاً ۱۹ - ۲۰ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل جاتی ہے اور اس کے سوا کوئی موضوع سخن باقی نہیں رہتا، ہر مجلس میں اس کا چرچا اور ہر گھر میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ لوگ پارٹیاں بنا بنا کر اس غار کی زیارت کے لیے جہاں انہوں نے پناہ لی تھی، جاتے ہیں۔ قرآن مجید اپنے معمول کے مطابق یہاں بھی ان کے استقبال اور لوگوں کی گرم جوشی اور عزت افزائی کے ذکر سے گریز کرتا ہے، لیکن بڑی قوت اور تاکید کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا [1]

اور (پھر دیکھو) اسی طرح یہ بات بھی ہوئی کہ ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے واقف کر دیا (ان کی بات پوشیدہ نہ رہ سکی) اور اس لیے واقف کر دیا کہ لوگ جان لیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں!

یہ انقلاب جو حکومت اور عوام دونوں میں برپا ہوا اور اتنے طویل عرصہ تک غائب رہنے کے بعد یہ لوگ جس طرح دریافت ہوئے ان سب باتوں میں دراصل اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی تکمیل تھی جو ان کے آثار کو نقش جاوداں بنانے اور ان کے دشمنوں کو ناکام و مغلوب کرنے کے سلسلہ میں کیا گیا تھا اور اس بات کی دلیل کہ گردش لیل و نہار اور اقبال و ادبار سب اللہ کے ہاتھ میں ہے:

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ [2]

بلاشبہ مقررہ گھڑی آنے والی ہے اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں اور اللہ ضرور انہیں اٹھا کھڑا کرے گا جو قبروں میں پڑ گئے (یعنی مر گئے)

---

[1] سورہ کہف، ۲۱۔

[2] سورۂ حج، ۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اس وقت کوئی توقع کر سکتا تھا کہ ظلم و استبداد کی حکومت ایک دن اس طرح ختم ہو گی۔ مظلوم عیسائیت کا دوبارہ احیاء ہو گا۔ اصحاب کہف اتنے طویل زمانہ کے بعد اپنے اس غار سے (جس کو ایک وسیع مقبرہ بھی کہہ سکتے ہیں) برآمد ہوں گے اور تقدیس و تعظیم کا ایک ہالہ ان کے گرد قائم ہو جائے گا۔ حکومت کی آغوش بھی ان کے لیے وا ہو گی اور شہر والے بھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے اور دیدہ و دل اُن کے لیے فرش راہ کریں گے۔ کیا اس میں قریش کے سرداروں اور مکہ کی سر برآوردہ شخصیتوں نے کوئی سامان عبرت اور کمزور و ستم رسیدہ مسلمانوں کے لیے کوئی وجہ تسلی اور پیغام امید نہیں ہے؟

یہ نوجوان جب تک اللہ تعالےٰ کو منظور تھا زندہ رہے پھر ان کا انتقال ہوا اور عقیدت مندوں اور محبین و مخلصین میں ان کی یادگار قائم کرنے کے سلسلہ میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ اس کی کیا شکل ہونی چاہیے اور کیا چیز اس کے لیے زیادہ موزوں ہو سکتی ہے:

إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۝[1]

اسی وقت کی بات ہے کہ لوگ آپس میں بحث کرنے لگے، ان لوگوں کے معاملہ میں کیا کیا جائے، لوگوں نے کہا "اس غار پر ایک عمارت بنادو (کہ یادگار رہے) اس معاملہ کے پیچھے نہ پڑو) ان پر جو گزری، ان کا پروردگار ہی اسے بہتر جانتا ہے" تب ان لوگوں نے کہا کہ جو معاملات پر غالب آ گئے تھے، "ٹھیک ہے ہم ضرور ان کے مرقد پر عبادت گاہ بنائیں گے۔"

---

[1] سورۂ کہف، ۲۱۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں، "اس آیت سے بعض لوگوں نے بزرگوں کی قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور اس پر مسجد بنانے کے جواز پر استدلال کیا ہے جو نہایت درجہ لغو و باطل قول ہے شیخین اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر انھوں نے اپنے نبیوں کی (باقی بر صفحہ آئندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ گرم جوشی صرف ان کے زمانہ تک اور صرف اُن کی تعمیری یادگار تک محدود نہ رہی بلکہ تاریخ اور مذاہب میں ان کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید ہوگیا اس میں مباحثے اور اختلافات ہوئے، متعدد گروہ اور فرقے قائم ہو گئے اور مختلف مکاتب خیال وجود میں آگئے اور ہمیشہ یہ سب کا محبوب موضوع رہا:

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ۝[1]

کچھ لوگ کہیں گے، غار والے تین آدمی تھے، چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ لوگ ایسا بھی کہتے ہیں، نہیں پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ سب اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں، بعض کہتے ہیں، سات تھے، آٹھواں ان کا کتا (اے پیغمبرؐ!) کہہ دے " ان کی اصل گنتی تو میرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کیوں کہ ان کا حال بہت کم لوگوں کے علم میں آیا ہے" (اور جب صورت حال یہ ہے) تو لوگوں سے اس بارے میں بحث و نزاع نہ کر مگر صرف اس حد تک کہ صاف صاف بات ہو اور نہ ان لوگوں میں سے کسی سے اس بارے میں کچھ دریافت

(بقیہ صفحہ سابقہ)

قبروں کو مساجد بنا لیا" احمد، شیخین اور نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ لوگ قیامت میں اللہ تعالٰی کی بدترین خلقت میں ہوں گے، آیت میں صرف چند لوگوں کی بات نقل کی گئی جو ایسا کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اس سے ان کی تحسین یا ان کی پیروی و نقل کا پہلو کسی طرح نہیں نکلتا جب یہ ثابت نہیں کہ یہ کہنے والے معصوم تھے اس وقت تک ان کا عزم کیا عمل بھی قابل تقلید نہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد سلاطین و امراء ہیں جیسا کہ حضرت قتادہ سے مروی ہے" (روح المعانی، ج ۵ ص ۲۳۱ و ص ۲۳۲) اور غلبوا علی امرھم بحق کی تائید

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] سورۂ کہف ۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادیت پر ایمان کی فتح :

یہاں پر سورہ کہف کے چار قصوں میں سے یہ لازوال قصہ ختم ہوتا ہے جس میں ایمان اور مادیت کی کشمکش بیان کی گئی ہے اور جس کو دوسرے الفاظ میں اسباب پر اعتماد اور خالق اسباب پر اعتماد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ، یہ قصہ مادیت پر ایمان کی فتح اور خالق اسباب پر اعتماد کامل اور صدق و یقین پر ختم ہوتا ہے ۔

ان ایمان دار اور سچے نوجوانوں نے مادیت پر ایمان کو ترجیح دی ، فوری نفع اور نقد فائدہ پر آخرت کے وعدہ کو مقدم رکھا ۔ انہوں نے ایمان کے ساتھ غربت و افلاس کی زندگی کو بسر کیا لیکن کفر کے ساتھ دولت و امارت کی زندگی گوارا نہ کی ، انہوں نے اس کو ترجیح دی کہ وطن ، اہل و عیال اور دوست احباب سے دور رہیں اور زندگی کی ہر لذت و اقتدار کی ہر عزت سے محروم رہیں لیکن اس کو ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کیا کہ شرک سے اپنی پیشانی کو داغ دار کریں ، نفس کے بندے اور خواہشات کے پرستار بنیں ۔ معصیت و سرکشی اور ظلم و زور دستی کے ساتھ تعاون کریں ۔ انہوں نے نفس کے تقاضہ سے زیادہ روح کے تقاضہ اور عقل کے مطالبہ سے زیادہ ایمان کے مطالبہ پر توجہ دی اور جسم و جان کے ساتھ اس میں مشغول ہو گئے اور یہ کہ انجام کار اہل تقویٰ کے ہاتھ ہے ، انہوں نے اسباب سے خالق اسباب کی طرف راہِ فرار اختیار کی اور اس راہ کی ہر تکلیف پر اپنے کو آمادہ کر لیا یہاں تک کہ اسباب ان کے تابع ہو گئے اور حکومتِ وقت (جس کے مظالم سے بچنے کے لیے انہوں نے روپوشی اختیار کی تھی) ان کی ہمنوا ہو گئی ۔ اصحاب کہف کا قصہ ایمان و جوانمردی کا ، استقامت و ثابت قدمی اور جہاد و قربانی کا قصہ ہے جو انسانیت اور حق و عقیدہ کی تاریخ میں بار بار پیش آتا رہا ہے ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسباب ارادۂ الٰہی کے تابع ہیں اور وہ ایمان و عمل صالح کی توثیق و تصدیق کرتے ہیں ۔ اس لیے مومن کا راستہ اور طریقہ صرف یہ ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ اس ارادہ کو اپنی طرف متوجہ کرے اور اللہ تعالٰے کی نصرت و تائید کا مستحق بنے۔

قبل اس کے کہ قرآن مجید اپنے دوسرے قصہ کا (جو دو باغ رکھنے والے) سے متعلق ہے آغاز کرے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کی رسی کو، یا اس سب سے طاقتور سبب اور مضبوط کڑے کو جاں فشانی کے ساتھ پکڑے رہیں اور یہی ایمان اور قرآن کا راستہ ہے، وہ جو آپ کو نصیحت کرتا ہے کہ آپ ان اہل ایمان کی رفاقت کا التزام رکھیں جو ایمان، معرفت، یقین اور ذکر و دعا کی دولت سے سرفراز و خوش نصیب ہیں۔ خواہ اسباب مادی اور متاع دنیا میں ان کا حصہ کم سے کم ہو۔ ان جاہل و غافل انسانوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ جو ایمان معرفت اور یقین اور اس کے اثرات مثلاً ذکر و دُعا وغیرہ سے محروم ہیں اگرچہ اسباب و وسائل اور دنیا کی نعمتوں کی بہت بڑی مقدار اور ذخیرہ ان کے ہاتھ میں ہے۔

دراصل یہ وصیت عام ہے اور اس کا مخاطب قرآن مجید کا ہر پڑھنے والا اور ماننے والا ہے بلکہ عام اہل ایمان اس کے سب سے زیادہ محتاج ہیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سب سے پہلے ان کو ضرورت ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا [1]	اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اس کی محبت میں سرشار ہیں تو انہی کی صحبت پر اپنے جی کو قانع کرلو، ان کی طرف سے کبھی تمہاری نگاہ نہ پھرے کہ دنیوی زندگی کی رونقیں ڈھونڈنے لگو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا، (یعنی ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون نتائج کے مطابق جس کا دل غافل ہوگیا) اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑگیا تو ایسے آدمی کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اس کا معاملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد سے گزر گیا ہے۔

اصحاب کہف، اہل ایمان، اور اہل معرفت کا ہر زمانہ میں یہ شیوہ اور دستور رہا کہ وہ ایمان و عمل صالح اور خدا سے روحانی تعلق اور نسبت کو ہمیشہ مادی اسباب اور ظاہری شکلوں پر ترجیح دیتے رہے، مادیت اور اس کے علم برداروں کے خلاف انہوں نے ہمیشہ علم بغاوت بلند رکھا اور دنیا اور زینت دنیا کو کبھی نظر بھر کر نہ دیکھا اور یہی سورۂ کہف کا پیغام اور قرآن مجید کی دعوت ہے،

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ؁

اور یہ جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی آرائشیں دے رکھی ہیں اور ان سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو تیری نگاہیں اس پر نہ جمیں، (یعنی یہ بات تیری نگاہ میں نہ جچے) یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور جو کچھ تیرے پروردگار کی بخشی ہوئی روزی ہے وہی (تیرے لیے) بہتر ہے اور (باعتبار نتیجہ کے) باقی رہنے والی۔

دجّالی تہذیب میں مادیّت اور اس کے علمبرداروں کی عظمت و تقدیس

مادی تہذیب جس کی نمایاں اور موجودہ شکل کو ہم دجالی تہذیب کہہ سکتے ہیں) اس روح اور اس رجحان یا دعوت کی قدم قدم پر مخالف ہے بلکہ بالکل متوازی رُخ پر چلتی ہے۔ وہ مادیت اور اس کے علمبرداروں کی عظمت اور تقدیس اور ان کی عقیدت و اطاعت پر قائم ہے، اس کا سارا ادب و فلسفہ (نثر و نظم، صحافت، ناول، ڈرامہ اور تاریخ کی تمام قسموں اور شعبوں کے ساتھ) سرمایہ داروں اور مادی طاقت اور سیاسی و اقتصادی اقتدار رکھنے والوں کی جا و بے جا تعریف اور

؁ سورۂ کہف، ۲۸۔

؁ سورۂ طٰہٰ، ۱۳۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خوشامد سے بھرا ہوا ہے اور اس نے ان کو خدا کی طرح برتر و بالاتر اور لاثانی ولافانی بنانے کی کوشش کی ہے اور ان کی نقل و تقلید، اطاعت و فرمانبرداری اور غلامی و کفش برداری کی ترغیب دی ہے۔

غلوّ اور انتہا پسندی اس تہذیب کی خصوصیت ہے:

اس انتہا پسند اور ناعاقبت اندیش تہذیب اور اس کے بہترین نمائندوں اور ذمہ داروں کا اس سے بہتر کوئی وصف نہیں ہو سکتا، جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا [1]

جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا (یعنی ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون نتائج کے مطابق جس کا دل غافل ہو گیا) اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑ گیا تو ایسے آدمی کی باتوں پر کان نہ دھرو، اور جو ہر معاملہ میں پرلے سرے پر ہوتا ہے۔

اسراف، مبالغہ آرائی اور انتہا پسندی اس تہذیب کی علامت اور شعار بن گئی ہے جس سے وہ اور اس کے پیروکار پہچانے جاتے ہیں، کمانے میں اسراف، لہو و لعب اور تفریح طبع میں اسراف، خرچ کرنے میں اسراف، سیاسی و معاشی نظریات میں اسراف، جمہوریت ہو تو اس میں غلو، آمریت ہو تو اس میں مبالغہ، اشتراکیت ہو تو اس میں انتہا پسندی (اپنے خود ساختہ قوانین اور مقرر کردہ اصول اور قدریں ہوں تو اس کی ضرورت سے زائد تقدیس یہاں تک کہ بال برابر اس سے ہٹنا روا نہیں ہوتا اور اس سے انحراف کرنے والا ایسا مجرم سمجھا جاتا ہے، جس کے بعد وہ کسی عزت و شرافت کا مستحق اور کسی احترام کے قابل نہیں رہتا، یا پھر ایسی مجنونانہ اور احمقانہ بغاوت جو عقل ذوق سلیم اور فطرت انسانی سب کے لیے ناقابل

[1] سورۂ کہف، ۲۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول ہے، اور جس کے بعد آدمی متمدن انسانوں کی صف سے نکل کر درندوں اور مویشیوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔[1]

غرض کہ ہر انتخاب اور ہر پسند میں اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا اور ہاتھ سے نکلا ہوا نظر آتا ہے، اور اس کی ہر تحریک و دعوت میں اس کی کرشمہ سازی دیکھی جا سکتی ہے جہاں تک اعتدال و میانہ روی اور توازن کا تعلق ہے، اس سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں اور اس کا حصہ اس میں سب سے کم ہے۔

عدل و اعتدال اس دین کا امتیاز ہے:

جو زندگی نبوت کے سرچشمہ سے نکلتی ہے۔ اس کا امتیاز عدل اور اعتدال ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا[2]

جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس قرآنی امت کا وصف اعتدال اور توسط بیان کیا ہے:

---

[1] یہ نیا رجحان اور ذہنی رُخ یورپ و امریکہ کی ان نئی تحریکوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہے جو حیوانی حریت، عریانی اور آزادانہ اختلاط کی داعی ہیں اور جو ان دنوں ان مغربی نوجوانوں میں بدرجۂ اتم موجود ہے جن کو ہپّی کہا جاتا ہے، یہ دراصل ہر اس تمدن کا خاصہ ہے جو مادیت کے ہیضہ فکری بےچینی اور نفسیاتی اکتاہٹ اور مایوسی کا شکار ہے، یونان اور روم میں ایک زمانہ میں اس سے ملتے جلتے حالات پائے جاتے تھے اس کا اندازہ افلاطون کی کتاب "ریاست" سے بخوبی ہو گا جس میں اس عہد کے ایک ایک یونانی نوجوان کی عکاسی کی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" صفحہ ۲۴۱-۲۴۵ ساتواں ایڈیشن۔ از مؤلف

[2] سورۂ فرقان - ۶۷-

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ[1]

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا ہے جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول (اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں۔

خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم توسط اور اعتدال کی کامل مثال تھے[2] دین اسلام کا وصف اللہ نے استقامت و اعتدال اور افراط و تفریط سے بُعد بیان کیا ہے اور اس کو کہیں "قیّم" کہا ہے اور کہیں "قیم"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞[3]

کہدو، مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے کہ وہی درست اور صحیح دین ہے۔ ابراہیم کا طریقہ کہ ایک خدا ہی کے لیے ہو جانا اور ابراہیم ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ[4]

یہی سیدھا دین ہے۔

---

[1] سورہ بقرہ ۱۴۳۔ مدارک میں ہے کہ "جس طرح ہم نے تمہارا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان بنایا اسی طرح تم کو افراط و تفریط کے درمیان میں رکھا ہے" صفحہ ۶۴، خازن میں ہے "اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم کو اس دین کا حامل بنایا جو افراط و تفریط سے پاک ہے" (ج ۱، صفحہ ۱۰۸)۔

[2] آپ کی میانہ روی و اعتدال کے اوصاف و کمالات اور ہر چیز میں میانہ روی اور اعتدال ملحوظ رکھنے کے سلسلہ میں آپ کے ارشادات و تعلیمات سیرت کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ اس بارہ میں کہتے ہیں کہ آپ کا کام ہمیشہ اعتدال کیساتھ ہوتا تھا نہ حق سے کمی کرتے نہ اس سے تجاوز کرتے، وہ کہتے ہیں کہ جب دو کاموں میں آپ کو انتخاب کرنا ہوتا تو ہمیشہ آسان والا پہلو اختیار فرماتے" (شمائل ترمذی)

[3] سورہ انعام ۱۶۲۔

[4] سورہ توبہ ۱۳۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ [۱]

سو تم اپنا رُخ اس دین راست کی طرف رکھو۔

کتاب اللہ کو بھی قیّم کہا گیا اور زیغ اور کجی سے اس کو پاک بتایا گیا ہے، اسی سورۂ کہف کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا [۲]

ساری ستائشیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر الکتاب اتاری (یعنی قرآن اتارا) اور اس میں کسی طرح کی بھی کجی نہ رکھی بالکل سیدھی بات! (ہر طرح کے پیچ و خم سے پاک!) اور اس لیے اتاری کہ لوگوں کو خبردار کر دے، اللہ کی طرف سے سخت ہولناکی (ان پر) آ سکتی ہے اور مومنوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں، خوشخبری دے دے کہ یقیناً ان کے لیے بڑی ہی خوبی کا اجر ہے ہمیشہ اس میں خوشحال رہیں گے۔

ایک موقع پر ہے:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۞ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۞ [۳]

ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جس میں درست مضامین لکھے ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۞ [۴]

جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں۔

۱؎ سورہ روم، ۳۰:۳۰۔

۲؎ سورۂ کہف، ۱، ۲۔

۳؎ سورۂ بینہ ۲۔۳۔

۴؎ سورہ زمر، ۲۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعتدال و حق پرستی کی اسپرٹ اس دین میں پوری طرح جاری و ساری اور اس کے رگ و ریشہ میں پیوست ہے، اس کے تمام قوانین، احکام، تعلیمات اور اس کا کلچر اور ثقافت سب اس کے زیر اثر اور زیر سایہ ہے۔ اس کے برعکس مادی تہذیب (جو یورپ میں مذاہب و اخلاق سے عین بغاوت کے موقع پر وجود میں آئی) اوّل روز سے توازن سے محروم ہے۔ اس کے نظام اجتماعی میں انتہا پسندی فکر و فلسفہ میں کج روی، علوم و آداب میں مبالغہ آرائی اور طوالت، ہر فعل اور ہر اقدام میں مشکل اور طویل راستہ اختیار کرنے کی خواہش اور عادت پوری طرح جلوہ گر ہے۔ اس طرح کی تہذیب میں اگر طبائع سلامتی و اعتدال سے، عقل، حق و صداقت کی راہ سے، اور زندگی سہولت اور سادگی سے، اور قومیں وحدت و الفت سے محروم و ناآشنا رہتی ہیں، تو جائے تعجب نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو باغ والے کا قصّہ

اب قرآن مجید دو باغ والے کا قصہ بیان کرتا ہے یہ وہ قصہ ہے جس سے ہم کو روزمرہ کی زندگی میں پہلے قصہ سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے، اگر اصحاب کہف کا قصّہ صدیوں اور برسوں میں پیش آتا ہے تو یہ قصہ تقریباً ہر جگہ اور ہر وقت ہمارے سامنے آتا ہے، اور باربار دُہرایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی کہانی ہے، جو ہرا عتبار سے خوش نصیب و اقبال مند تھا، آسائش و خوش حالی کے سارے سامان اس کے لیے مہیا تھے، اس کے پاس انگور جیسے لطیف و مرغوب پھل کے دو باغ تھے، ان کے چاروں طرف کھجور کے دلنواز درخت تھے، جنھوں نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا، درمیان درمیان میں کاشت کے قطعے بھی تھے یہ ایک متوسط درجہ کی زندگی کے لیے سعادت و مسرت کی آخری منزل تھی، اور متوسط طبقہ اور درمیانی معیارِ زندگی ہی اکثر دنیاوی معاملات میں معیار و پیمانہ ہے۔

لیکن اس دولت منداور خوشحال شخص کی سعادت و کامیابی کا سارا انحصار محض ان باغات کے وجود تک محدود نہ تھا، بلکہ سارے اسباب و وسائل اس کے لیے مسخر تھے اور یہ دونوں باغ اپنی بہترین پیداوار دے رہے تھے۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا	پس ایسا ہُوا کہ دونوں باغ پھلوں سے لد گئے
وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّ	پیداوار میں کسی طرح کی بھی کمی نہ ہوئی ہم نے
فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا۔	ان کے درمیان (آب پاشی کے لیے) ایک
(سورۂ کہف ۳۳)	نہر جاری کر دی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض اس طرح سعادت و کامرانی کی پوری تکمیل ہو چکی تھی اور آرام و راحت کے سارے اسباب نہ صرف موجود بلکہ ارزاں و فراواں تھے۔

مادی نظریات اور ان کی کوتاہ نظری:

اس موقع پر اس شخص کے اندر وہ مادی مزاج اپنا رنگ دکھاتا ہے جو ہمیشہ اہلِ حکومت، جاگیر داروں، قومی لیڈروں، صنعت کاروں، کارخانہ داروں اور فوجی طاقت رکھنے والوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اس کے اندر وہ شدید مادی رجحان پیدا ہوتا ہے۔ جو ایمان، معرفت صحیحہ، اور تربیت کا پابند نہیں، وہ اپنی ساری خوشحالی اور خوش بختی کو اپنے علم و لیاقت اور اپنی ذہانت و محنت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جس طرح اس سے پہلے قارون نے کیا تھا، اور کہا تھا:-

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي
(سورۂ قصص ۷۸)

یہ سب کچھ تو مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔

وہ اپنے اس دوست پر فخر کرتا ہے جس کو یہ مرادیں حاصل نہ تھیں اور بڑی اسراحت بلکہ نارواجسارت سے کہتا ہے:

أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا۔
(سورہ کہف ۳۴)

دیکھو میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرا جتھا بھی بڑا طاقتور جتھا ہے۔

وہ اپنے اقتدار و قوت کے سرچشمہ میں اور دولت و خوش حالی کے اس سرزمین میں اس طرح داخل ہوتا ہے کہ نہ اس کو اپنی خبر ہوتی ہے نہ اپنے رب کی، نہ غیبی اسباب اور ارادۂ الٰہی کی، جو سات آسمان سے اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے اور انسان اور اس کی ملکیت بلکہ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، وہ اپنے نفس پر علمی و عملی، اخلاق اور عقلی ہر لحاظ سے ظلم کرتا ہے، یہ کورچشم مادی ذہنیت اس کی زبان سے اعلان کرواتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اب نہ اس کو زوال ہے، نہ اس کے باغات کو وہ حشر و نشر کا انکار کرتا ہے اور بڑے پھوہڑ پن اور بغایت درجہ حماقت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ یہ کامیابی و خوشحالی ابدی و لافانی ہے۔ اور دنیا و آخرت (اگر آخرت ہو) کسی جگہ ختم ہونے والی نہیں:

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ۝ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً۔	پھر وہ (یہ باتیں کرتے ہوئے) اپنے باغ میں گیا، اور وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہا تھا، اس نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ ایسا شاداب باغ کبھی ویران ہو سکتا ہے
(سورہ کہف ۳۵-۳۶)	مجھے توقع نہیں کہ (قیامت کی) گھڑی برپا ہو۔

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا شمار ان معدودے چند خوش نصیب و کامراں افراد انسانی میں ہے، جن سے اقبال کبھی منہ نہیں موڑتا اور قسمت کبھی بے وفائی نہیں کرتی اور جو ہمیشہ اور ہر جگہ سعادت اور عزت کے بام عروج پر نظر آتے ہیں:

وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ۝	اور اگر ایسا ہوا بھی کہ میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا گیا تو (میرے لیے کھٹکا ہے؟)
(سورہ کہف ۳۶)	مجھے ضرور (وہاں بھی) اس سے بہتر ٹھکانہ ملے گا۔

اس طرح کے لوگ ہمیشہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان، عمل صالح، اور محنت و کاوش کی کیا ضرورت ہے، یہ ان کی فطری اور وہبی سعادت ہے جو ہر وقت ان کو شاد کام و بامراد رکھ سکتی ہے۔

ایمانی طرزِ فکر:

اس کے دوست کی چشم بصیرت اللہ تعالیٰ نے حق و ایمان کے لیے کھول دی تھی اس کو معرفت الٰہی اور اس کے صفات و افعال کے علم کی لازوال دولت حاصل تھی، وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتا تھا کہ صرف وہی اس کائنات میں تصرف کرنے والا ہے، اور اسباب کا خالق ہے۔ اور جب چاہے حالات کو پلٹ سکتا ہے۔ اس نے اس کی اس بات پر اعتراض کیا اور اس کے اس مادہ پرستانہ طرزِ فکر کی کھل کر مخالفت کی، اس کو اصل حقیقت اور آغاز سے آگاہ کیا، یہ وہ سخت اور سنگین حقیقت ہے۔ جس کو یہ ظاہر پرست اور اپنے کو خوش نصیب سمجھنے والے ہمیشہ فراموش کرنا چاہتے ہیں، اور اس کے تذکرہ سے دور بھاگتے ہیں۔

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ۝

(سورہ کہف ۳۷)

یہ سن کر اس کے دوست نے کہا اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، "کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں پہلے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کیا، اور پھر آدمی بنا کر نمودار کر دیا؟"

متکبر و مغرور اشخاص کے لیے اس بات کا سننا کتنا شاق و ناگوار ہے۔ اس کا اندازہ ہم کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس کے بالکل دوسرے رُخ پر ہے اور دوسرے رجحان کا حامل ہے، اور وہ ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان :-

لَٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝

(ایضاً - ۳۸)

لیکن میں تو یقین رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے، اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا

پھر اس نے اس کو وہ بنیادی اور اصولی حقیقت یاد دلائی جس کے گرد پوری سورۂ کہف گردش کر رہی ہے، اور اس جگہ انگلی رکھی جو اس طرح کے لوگوں کی کمزوری یا دکھتی رگ ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ دیکھنے کی چیز اسباب ظاہری نہیں بلکہ وہ خالق و مالک ہے جس کے ہاتھ میں ان سارے اسباب و وسائل کی ڈور ہے، اور یہ سامانِ راحت اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسباب عیش جن پر وہ خوش اور نازاں ہے۔ نہ اسباب کی کارگزاری ہے۔ اور نہ خود اس کی دست کاری یا عقل و ذہانت کی کار فرمائی، وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کا نتیجہ ہے۔ جس نے ہر چیز کو بہترین طریقہ پر بنایا ہے۔ وہ بڑی حکمت اور نرمی کے ساتھ اس کو خدا کی قدرت کے اعتراف اور اس کی نعمت کے شکر کی طرف متوجہ کرتا ہے :-

وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ج (سورہ کہف ۳۹)

اور پھر جب تم اپنے باغ میں آئے (اور اس کی شادابیاں دیکھیں) تو کیوں تم نے یہ نہ کہا کہ وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے، اس کی مدد کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

سُورہ کی رُوح اور قصّہ کی کلید:

"مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ" دراصل اس سورہ کی روح اور سارے قصّہ کی جان ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور آپ کے ساتھ قرآن مجید کے پڑھنے والے کو اس کی ترغیب دی ہے، کہ وہ اپنا سارا معاملہ اور ساری طاقت و صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دے اور مستقبل کے ہر ارادہ اور نیت کو اس کے سپرد اور اس کی مشیت کے ساتھ مشروط اور وابستہ رکھے :-

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْىْءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ وَٱذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰٓ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّى لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا (سورہ کہف ۲۳-۲۴)

اور کوئی بات ہو، مگر کبھی ایسا نہ کہو "میں کل اسے ضرور کر کے رہوں گا" الا یہ کہ سمجھ لو، ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، اور جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے پروردگار کی یاد تازہ کر لو، تم کہو "اُمید ہے، میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ کامیابی کی راہ مجھ پر کھول دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر موقع پر دل سے ماشاء اللہ اور ان شاء اللہ کہتا ہو۔

جو شخص ہر فضل و کمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو اور ہر نیت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہو اور اس کے فضل و کرم کا امیدوار ہو وہ اسباب ظاہری، مادیت اور مادہ پرستوں کے سامنے اپنا سر کیسے جھکا سکتا ہے۔ اور نفس اور نفسانی ارادہ کے ہاتھ میں اپنی زمام کار کیسے دے سکتا ہے؟

"ماشاء اللہ" اور "ان شاء اللہ" بظاہر دو بڑے ہلکے پھلکے لفظ ہیں اور اکثر ان کا استعمال بغیر سوچے سمجھے کیا جاتا ہے اور اس کے پیچھے کوئی احساس و شعور نہیں ہوتا، لیکن درحقیقت یہ دونوں بڑے وزنی، بڑے گہرے اور معانی و حقائق سے لبریز بول ہیں، اور اندھی مادیت، نفس، اور ارادۂ انسانی پر بھروسہ و اعتماد پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

مادی تہذیب کا اپنے وسائل واسباب پر اعتماد:

مادی تہذیب اپنے وسائل اور ذرائع قوت پر حد سے بڑھے ہوئے اعتماد میں ممتاز ہے، یہ مادی حکومتیں اپنے ان عمرانی و اقتصادی منصوبوں[1] کا برابر اعلان کرتی رہتی ہیں۔ جو قدرت کی ہم آہنگی اور موسموں کے تغیرات سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بڑی قطعیت کے ساتھ اس کی مدت اور اس کا حجم متعین کرتی ہیں، اور یہ طے کرتی ہیں کہ وہ اتنے سال کے اندر اتنی پیداوار ضرور پیدا کرنے لگیں گی۔ اور ان کے ملک خود کفیل ہو جائیں گے۔

---

[1] ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ منصوبے بنائے ہی نہ جائیں اور علم کی بنیادوں پر اضافۂ پیداوار کی کوئی کوشش نہ کی جائے بلکہ کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ طاقت کے یہ مظاہر اور معلومات کی کثرت ہمارے اندر سرکشی نہ پیدا کر دے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ہمارے ذہنوں سے نکل نہ جائے جو ان اسباب و مسببات سب کا خالق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیرونی امداد پر ان کا انحصار ختم ہو جائے گا۔ لیکن ارادۂ الٰہی ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا ہے، کبھی قحط سے واسطہ پڑتا ہے، کبھی سیلابوں سے کبھی بارش بہت تاخیر سے ہوتی ہے، کبھی اس قدر مسلسل کہ کھڑی کھیتیاں غرقاب ہو جاتی ہیں، ایسے قدرتی حوادث اور جان و مال کے مصائب سامنے آتے ہیں، جو حاشیۂ خیال میں نہ آ سکتے تھے، غرض کہ ان کے سارے اندازے غلط اور منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔

ارادۂ الٰہی پر ایمان و اعتماد:

یہ "ان شاء اللہ" دراصل ہماری انفرادی زندگی کے چھوٹے اور حقیر کاموں سرسری ملاقاتوں اور سفروں یا محض تاریخ کے تعین کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان تمام اجتماعی کاموں اور عظیم منصوبوں پر حاوی ہے، جو پوری قوم کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سب چیزوں کو (بشمول جد و جہد، اسباب و وسائل کی اہمیت اور قرآن و سنت، اسوۂ نبوی اور عمل صحابہ کی روشنی میں تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت کے) اس یقین کے ماتحت ہونا چاہیے کہ فیصلہ کن، بالاتر اور اول و آخر چیز بہر صورت ارادۂ الٰہی ہے۔ اس آیت میں:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ	اور کوئی بات ہو، مگر کبھی ایسا نہ کہو" میں اسے کل ضرور کر کے رہوں گا، الا یہ کہ سمجھ لو
(سورہ کہف ۲۳-۲۴)	ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا"

صرف ایک فرد مخاطب نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ کا معاشرہ، تمام حکومتیں ادارے اور جماعتیں اور تحریکیں مخاطب ہیں۔ اور ان سب سے اس کے اہتمام و التزام کا مطالبہ ہے۔ یہ ہر اس اسلامی معاشرہ کی روح ہے جس میں ایمان اچھی طرح سرایت کر چکا ہو اور اس تہذیب کی روح اور جوہر حیات ہے۔ جو ایمان بالغیب کی بنیاد پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم ہوا اور یہی وہ خط فاصل ہے، جو مادی تمدن اور ایمانی تمدن کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔

یہ صاحب ایمان ساتھی اس کو متنبہ کرتا ہے کہ قسمتوں کا الٹ پھیر اور خوش نصیبی و بدنصیبی کی یہ تقسیم، ابدی اور ناقابل شکست نہیں۔ زمام کار اور تصرف و اقتدار کا اختیار خالق کائنات کے ہاتھ سے چھوٹ نہیں چکا وہ اب بھی اس کا مالک ہے، خوش نصیب بدقسمت ہو جاتا ہے۔ اور بدقسمت خوش نصیب، مال دار غریب بھی ہو سکتا ہے اور غریب مال دار بھی، اس لیے اگر حالات پلٹ جائیں تو اس میں تعجب نہ ہونا چاہیے:

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ	اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر پا
وَلَدًا ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا	رہا ہے تو بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت
مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا	سے بہتر عطا فرماوے اور تیری جنت پر
مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۙ	آسمان سے کوئی آفت بھیج دے، جس سے
اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ	وہ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اس کا
تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝	پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اُسے
(سورہ کہف ۳۹-۴۰-۴۱)	کسی طرح نہ نکال سکے۔

اور آخر کار یہی ہوا، خدا کی بھیجی ہوئی ایک آندھی آئی اور دیکھتے دیکھتے یہ لہلہاتا ہوا، گلزار چٹیل میدان بن گیا۔

اب اس مست و بے خود شخص کو ہوش آیا:

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ	اور پھر (دیکھو) ایسا ہی ہوا کہ اس کی دولت
كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ	(بربادی کے) گھیرے میں آگئی، وہ ہاتھ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ	مل مل کر افسوس کرنے لگا، کہ ان باغوں کی درستگی
يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝	پر میں نے کیا کچھ خرچ کیا تھا، (وہ سب برباد ہو گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

(سورہ کہف ۴۲ - ۴۳ - ۴۴)

اور باغوں کا یہ حال ہُوا کہ ٹٹیاں گر کے زمین کے برابر ہو گئیں۔ اب وہ کہتا ہے، اے کاش، میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا، اور دیکھو کوئی جتھا نہ ہوا کہ اللہ کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ خود اس نے یہ طاقت پائی کہ بربادی سے جیت سکتا! یہاں سے معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت سارا اختیار اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہی ہے جو بہتر ثواب دینے والا ہے، اور اسی کے ہاتھ بہتر انجام ہے۔

دو باغ والے کا شرک :

یہ باغ والا اس طرح کا مشرک نہیں تھا جس طرح عام مشرکین ہوتے ہیں، قرآن کے کسی نص یا اشارہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس کے برعکس قرآن کے اسلوب اور انداز کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا تھا :

وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ۝

(سورہ کہف ۳۶)

اور اگر ایسا ہُوا بھی کہ میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا گیا تو (میرے لیے کیا کھٹکا ہے؟) مجھے ضرور (وہاں بھی) اس سے بہتر ٹھکانا ملے گا۔

پھر اس کا وہ شرک کیا تھا، جس پر اس نے کفِ افسوس ملا اور ندامت کا اظہار کیا :-

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝

(ایضاً - ۴۲)

اے کاش! میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

وہ ظاہری بات جس میں اشکال کی کوئی وجہ نہیں یہ ہے کہ اس نے اسباب میں شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ اس کی ساری خوش حالی و دولت کا سرچشمہ یہی اسباب ظاہری ہیں، اور یہ انھیں کا ثمرہ اور احسان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو فراموش کردیا اور اس کے تصرف اور تاثیر کا منکر ہوگیا۔

عہد حاضر کا شرک:

یہی وہ شرک ہے جس میں موجودہ مادی تہذیب مبتلا ہے، اس نے طبعی، مادی اور فنی اسباب اور ماہرین فن (SPECIALISTS) کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے، عہد حاضر کے انسان نے اپنی پوری زندگی ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ زندگی اور موت کامیابی و ناکامی، اقبال و ادبار، خوش نصیبی و بدنصیبی سب ان کے ہاتھ میں ہے، اسباب مادی، کائناتی قوتوں اور نیچر کی یہ پرستش و تقدیس اور اہل اختصاص اور ماہرین فن پر اعتماد کلی اور ان کو خدا کے درجہ پر رکھنا ایک نئی وثنیت اور نیا شرک ہے، اس نے قدیم بت پرستی کے ذخیرہ میں جس کا ذکر اس کے پاس اب بھی محفوظ ہے اور جس کے ماننے والے اور چاہنے والے اب بھی بکثرت موجود ہیں، ایک نئی قسم کی بت پرستی کا اضافہ کیا ہے، جو ایمان اور عبدیت کی حریف ہے، اور یہ وہی وثنیت ہے۔ جس کو سورہ کہف نے چیلنج کیا ہے، اور جس سے وہ پوری طرح برسرپیکار ہے۔

قرآن مجید اس دنیا کی زندگی کو اس کھیتی سے تعبیر کرتا ہے جو جلد ہی مٹنے والی اور خاک میں مل جانے والی ہے:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا	اور (اے پیغمبر!) انہیں دنیا کی زندگی کی مثال سنا دو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے (زمین کی روئیدگی کا معاملہ) آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی روئیدگی اس سے مل جل کر ابھر آئی، (اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ (سورہ کہف ۴۵)

خوب پھلی پھولی، پھر دیکھا ہوا؟ یہ کہ، سب کچھ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا ہوا کے جھونکے اسے اڑا کر منتشر کر رہے ہیں! اور کونسی بات ہے جس کے کرنے پر اللہ قادر نہیں؟

قرآن مجید نے دوسری جگہوں پر بھی اس مختصر اور فانی زندگی کی یہی تصویر کھینچی ہے سورہ یونس میں ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰھَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورہ یونس ۲۴)

دنیا کی زندگی کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے یہ معاملہ کہ آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی نباتات جو انسانوں اور چارپایوں کے لیے غذا کا کام دیتی ہیں، اس سے شاداب ہو کر پھلی پھولیں اور باہم گر مل گئیں، پھر جب وہ وقت آیا کہ زمین نے اپنے (سبزی اور لالی کے) سارے زیور پہن لیے، اور لہلاتے کھیتوں اور گراں بار باغوں سے خوشنما ہو گئیں، اور زمین کے مالک سمجھے اب فصل ہمارے قبضہ میں آ گئیں، تو اچانک ہمارا حکم دن کے وقت یا رات کے وقت نمودار ہو گیا اور ہم نے زمین کی ساری فصل اس طرح بیخ و بن سے کاٹ کے رکھ دی، گویا ایک دن پہلے تک اس کا نام و نشان ہی نہ تھا، اس طرح ہم (حقیقت کی) دلیلیں کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

قرآن کی نظر میں اس زندگی کی، جس کی ابدیت پر یہ مادہ پرست ایمان لائے ہیں، اور جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو منفعت پرستوں اور لذت پسندوں (EPICUREANS) نے اپنا مرکز اور معبد بنایا ہے۔ صرف اتنی ہی حقیقت ہے، جو اوپر بیان کی گئی ہے، وہ ان پیمانوں اور پیمائشوں کو غلط و بے بنیاد قرار دے کر جن پر ان تنگ نظر ظاہر پرستوں اور اسباب کے گرفتاروں نے پورا اعتماد کر رکھا ہے اور اس سے بڑی بڑی توقعات اور آرزوئیں قائم کر لی ہیں، ایمانی پیمانوں کو قابل ترجیح اور معیار صحیح قرار دیتا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝ (سورہ کہف ۴۶)

مال و دولت اور آل اولاد دنیوی زندگی کی دلفریبیاں ہیں دگر چند روزہ، ناپائیدار) اور جو نیکیاں باقی رہنے والی ہیں تو وہی تمہارے پروردگار کے نزدیک باعتبار ثواب کے بہتر ہیں اور وہی ہیں جن کے نتائج سے بہتر امید رکھی جا سکتی ہے۔

دنیا کی زندگی قرآن کی روشنی میں:

یہاں ایک لمحہ توقف کر کے ہمیں سوچنا چاہیے کہ دنیا کی زندگی کو قرآن مجید کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں صرف قرآن ہی سے رجوع کیا جائے اس لیے کہ اس بارہ میں مسلمانوں کے افکار میں بڑا اضطراب و پریشان نظری ملتی ہے اور اہل فکر کے رجحانات اس زندگی کی اصل قدر و قیمت کے بارہ میں مختلف ہیں۔

قرآن مجید بڑی وضاحت، طاقت، اور صراحت کے ساتھ اس زندگی کے اختصار و بے ثباتی اور آخرت کے مقابلہ میں اس کی بے وقعتی کا اظہار اور اعلان کرتا ہے ایک جگہ آتا ہے:

فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝

دنیا کی زندگی کی متاع تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے، مگر بہت تھوڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ :-

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (سورہ حدید ۲۰)

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو و لعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ (برسنا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس) میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے

وہ بڑی قوت اور صفائی کے ساتھ اس کو آخرت کا صرف ایک پل اور عمل کا ایک موقع قرار دیتا ہے :

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (سورہ کہف ۷)

روئے زمین میں جو کچھ بھی ہے، اسے ہم نے زمین کی خوشنمائی کا موجب بنایا ہے اور اس لیے بنایا ہے کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں، کون ایسا ہے جس کے کام سب سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝[1]

جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا، تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے

[1] سورہ ملک ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ آخرت کو دائمی اور ابدی قرار دیتا ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورہ انعام ۳۲)	اور دنیا کی زندگانی تو کچھ نہیں ہے۔ مگر (ایک طرح کا) کھیل اور تماشہ، اور جو متقی ہیں، تو یقیناً ان کے لیے آخرت ہی کا گھر بہتر ہے، (افسوس تم پر!) کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے؟

دوسری جگہ یہ ارشاد ہے:

وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ۚ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورہ قصص ۶۰)	تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے، وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے، کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

وہ ان لوگوں کی سخت مذمت کرتا ہے جو اس فانی، عارضی، اور سقیم و ناقص دنیا کو اس آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، جو ابدی ولازوال ہے، بے حد و بے کراں ہے، ہر کدورت سے پاک اور ہر اندیشہ سے محفوظ و بالاتر ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ یونس ۷-۸)	جو لوگ (مرنے کے بعد) ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے صرف دنیا کی زندگی ہی میں مگن ہیں، اور اس حالت پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کا (آخری) ٹھکانہ دوزخ ہوگا بہ سبب اس کمائی کے جو (خود اپنے عملوں ہی کے ذریعہ) کماتے رہتے ہیں

دوسری جگہ کہتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	جو کوئی (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی دلفریبیاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
(سورہ ہود ۱۵-۱۶)

ہی چاہتا ہے تو (ہمارا ٹھہرایا ہوا قانون یہ ہے کہ) اس کی کوشش و عمل کے نتائج یہاں پورے دے دیتے ہیں، ایسا نہیں ہوتا کہ دنیا میں اس کے ساتھ کمی کی جائے، لیکن (یاد رکھو) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت (کی زندگی) میں (دوزخ کی) آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا، جو کچھ انہوں نے یہاں بنایا ہے، سب اکارت جائے گا، اور جو کچھ کرتے ہیں سب نابود ہونے والا ہے!

ایک اور موقع پر آتا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ[1]

اور عذاب سخت کی خرابی ہے ان منکروں کے لیے جنہوں نے آخرت چھوڑ کر دنیا کی زندگی پسند کر لی، جو اللہ کی راہ سے انسانوں کو روکتے ہیں، اور چاہتے ہیں، اس میں کجی ڈالیں، یہی لوگ ہیں کہ بڑی گہری گمراہی میں جا پڑے۔

دوسری جگہ ہے:

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ۝[2]

لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے خود ہی غافل ہیں۔

ایک اور جگہ ہے:

---

[1] سورہ ابراہیم ۲-۳ [2] سورہ روم - ۷ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا	تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجیے جو ہماری
وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے
ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ	اس کو کوئی (اخروی) مطلب مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ	کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ	تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے
بِمَنِ اهْتَدٰى ۝	رستے سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب
(سورہ نجم ۲۹ - ۳۰)	جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

ایک اور جگہ ہے :-

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ	یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے
وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا	آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو
ثَقِيْلًا ۝ (سورہ انسان ۲۷)	چھوڑ بیٹھے ہیں۔

ایک جگہ آتا ہے :

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ	(اس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ	سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر)
هِيَ الْمَاْوٰى ۝	دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، سو دوزخ،
(سورۂ نازعات ۳۷-۳۸-۳۹)	(اس کا) ٹھکانا ہوگا۔

وہ ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے، جو دنیا و آخرت کو باہم جمع کرتے ہیں، لیکن آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے اور اس کی صحیح اہمیت اور قیمت پہچانتے ہوئے :

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ	اور پھر (دیکھو) کچھ لوگ تو ایسے ہیں (جو صرف دنیا
اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى	ہی کے پرستار ہوتے ہیں اور) جن کی صدائے حال
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝	یہ ہوتی ہے کہ "پروردگار! ہمیں جو کچھ دینا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ بقرہ ۲۰۰-۲۰۱)

دنیا ہی میں دیدے" پس آخرت کی زندگی میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوتا، اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح چاہتے ہیں۔ (وہ) کہتے ہیں پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے، اور ہمیں عذاب آخرت سے بچالے۔

حضرت موسیٰؑ کی زبان سے ارشاد ہوتا ہے :۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ۔ (سورہ اعراف ۱۵۶)

اور (خدایا!) اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمارے لیے اچھائی لکھ دے اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لیے اچھائی کر ہم تیری طرف لوٹ آئے۔

اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے یہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (سورہ نحل ۱۲۲)

اسے دنیا میں بھی بہتری دی، اور بلاشبہ آخرت میں بھی اس کی جگہ صالح انسانوں میں ہوگی۔

آسمانی مذاہب اور مادی فلسفوں کا فرق :

یہاں آسمانی مذاہب، نبوت کی تعلیمات یا نبوت کا مدرسۂ فکر (اگر یہ تعبیر غلط نہ ہو) مادی فلسفوں اور اس مادہ پرستانہ طرز فکر سے کلیۃً مختلف اور متصادم ہے، جس کا اصرار ہے کہ یہی زندگی سب کچھ ہے، اور جس کی عظمت و تقدیس فکر و اہتمام، انہماک و محویت اور اس کو زیادہ سے زیادہ پُر راحت اور پرکشش بنانا اس کا سب سے بڑا اور محبوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد ہے۔

وہ نقطۂ نظر یا نفسیات جو قرآن دنیاوی زندگی کے بارہ میں پیدا کرنا چاہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال میں پوری طرح نمایاں اور جلوہ ریز ہے۔

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے :۔

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ ¹ — اے اللہ زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

آپ کی دعا یہ تھی :۔

اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً۔ وفی روایۃ کفافاً (صحیح مسلم (کتاب الزہد) — اے اللہ آل محمد کا رزق ضرورت بھر رکھ ایک روایت میں ہے کہ بس اتنا کہ کفایت کر جائے۔

مستورد بن شداد رضی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :۔

واللہ ما الدنیا فی الاخرۃ الا مثل ما یجعل احدکم اصبعہ فی الیم فلینظر بم یرجع (صحیح مسلم) — خدا کی قسم دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں اپنی انگلی ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا پانی اس میں آتا ہے۔

آپ کی پاک زندگی اسی عقیدہ اور نفسیات کا شفاف آئینہ یا عکس تھی۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے، اور چٹائی کا اثر آپ کے جسم مبارک پر ظاہر تھا، ابن مسعود رضی نے کہا یا رسول اللہ آپ حکم فرماتے تو کوئی چیز اس پر بچھا دی جاتی، اس پر آپ نے فرمایا۔ "مجھے دنیا سے کیا کام! میری اور دنیا کی مثال تو بس اس سوار کی ہے، جو کسی درخت کے

---

¹ صحیح بخاری۔ (کتاب الرقاق)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سایہ میں تھوڑی دیر کے لیے دم لے لے پھر اس کو چھوڑ کر اپنی راہ لے[1]۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث ایلاء میں فرماتے ہیں "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ ایک بٹی ہوئی چٹائی پر آرام فرما تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہ تھا، چٹائی کے نشیب و فراز اور چٹائی کا اثر آپ کے پہلو میں ظاہر تھا، آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر جس میں بُھس بھرا ہوا تھا، ٹیک لگائے تھے میں نے آپ کو سلام کیا (کچھ تفصیل کے بعد آگے کہتے ہیں) میں نے گھر پر ایک نظر ڈالی، خدا کی قسم اس میں کوئی چیز نہ تھی کہ نگاہ کو متوجہ کرتی سوائے چمڑے کے تین ٹکڑوں کے، میں نے کہا یارسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے، ایرانیوں اور رومیوں کو تو خوب دنیا کی نعمتیں حاصل ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے، اور فرمایا، ابن خطاب! تم بھی ایسا سوچتے ہو؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی نعمتوں کا سارا حساب اسی دنیا میں چکا لیا ہے[2]۔"

مدرسۂ نبوّت کے طالب علم اور ان کا کردار:

جو شخص اس مدرسۂ نبوت میں تربیت پاتا تھا، وہ اس رنگ میں رنگ جاتا تھا اور آخرت کی فکر ہر وقت اس کے ذہن و دماغ پر چھائی رہتی تھی بلکہ اس کے جان و دل میں پیوست اور خون کے اندر شامل ہو جاتی تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ آخرت سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوتا تھا، اور اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز لینے پر تیار نہ تھا، مدرسۂ نبوت کے ان تلامذہ اور فضلاء کی اسپرٹ اور روح کو سمجھنے کے لیے جو ان کے قلب و دماغ پر حاوی اور رگوں میں خون کی طرح جاری وساری تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف و کیفیات کا مطالعہ کافی ہے، یہ اس انسانی نمونہ اور طرز کی بولتی ہوئی تصویر ہے، جو مدرسۂ

[1] احمد، ترمذی، ابن ماجہ۔ [2] صحیح بخاری، ج ۲ (کتاب النکاح)

02374

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن شفقت اور آغوش رحمت میں پرورش پائی تھی۔

ابوصالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، "حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمائش کی کہ علی رضی اللہ عنہ کا کچھ حال بیان کرو۔ انھوں نے کہا کیا مجھے اس سے معاف رکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں ان کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ مجھے معاف رکھیں گے، کہنے لگے نہیں، اس سے معافی نہیں ہے، انہوں نے کہا اچھا تو سنئے! خدا کی قسم وہ بہت بلند نگاہ اور قوی و توانا تھے، صاف اور واضح بات کہتے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے، علم ان کے ہر پہلو سے چشمہ کی طرح ابلتا اور حکمت ان کے ہر بُن مو سے گویا تھی، دنیا اور اس کی زینت سے متوحش اور رات اور اس کے اندھیرے سے مانوس، بخدا وہ بہت رونے والے اور بہت فکر مند تھے، اپنی ہتھیلی پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب کرتے، لباس ان کو وہ پسند تھا، جو موٹا ہو۔ کھانا وہ مرغوب تھا، جو بہت معمولی اور روکھا پھیکا ہو، ہمارے درمیان اس طرح رہتے جیسے ہم میں سے ایک ہوں، ہم سوال کرتے تو فوراً جواب دیتے، ہم آتے تو سلام میں سبقت کرتے اور بڑھ کر استقبال کرتے ہم بلاتے تو فوراً آجاتے۔ لیکن ہم ان کو اس دلداری اور ان سے اس قرب و تعلق کے باوجود رعب کی وجہ سے ان سے ٹھیک سے بات بھی نہ کر سکتے تھے ان کی عظمت کی وجہ سے ان پر سبقت نہ لے سکتے تھے، مسکراتے تو معلوم ہوتا کہ موتیوں کی کوئی آبدار لڑی ہے، اہل دین اور مساکین کی عزت کرتے، کسی طاقتور کو ان سے غلط فیصلہ کی توقع نہ تھی، اور کوئی کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہ تھا، میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض خاص اوقات میں اس طرح دیکھا ہے کہ رات اپنے سیاہ پردے ڈال چکی تھی، اور ستارے بھی ڈھل چکے تھے وہ اپنے مصلی پر کھڑے تھے، اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑتے اور اس طرح تڑپتے اور بے چین ہوتے جیسے سانپ نے ان کو ڈس لیا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک غم زدہ انسان کی طرح روتے، اس وقت بھی میرے کانوں میں ان کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں، اے دنیا کیا تو میرا راستہ روکنا چاہتی ہے یا مجھے لبھانا چاہتی ہے۔ افسوس صد افسوس، یہ دھوکہ کسی اور کو دینا، میں نے تجھ کو تین طلاقیں دی ہیں جس کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں، تیری عمر بہت مختصر، زندگی بہت حقیر، اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ آہ زاد سفر کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے، راستہ کتنا وحشتناک ہے[1]"۔

اب آپ کے سامنے ایک دوسری مثال پیش کی جاتی ہے، یہ ایک صحابیؓ کا خطبہ ہے جو ایک مشہور اسلامی شہر میں دیا گیا ہے۔

خالد بن عمیر العدوی سے روایت ہے کہ عتبہ بن غزوان نے (جو بصرہ کے امیر تھے۔) ہمیں خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد انہوں نے کہا کہ "بے شک دنیا اپنے خاتمے کے قریب ہے، اور بہت تیزی کے ساتھ جگہ چھوڑتی جا رہی ہے اور اس کے جام میں اب صرف چند گھونٹ یا قطرے باقی رہ گئے ہیں، اور تم یہاں سے ایک ایسے گھر میں منتقل ہونے والے ہو جس کو کوئی زوال نہیں، پس کچھ خیر لے کر یہاں سے واپس جاؤ اس لیے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارہ سے پھینکا جائے گا تو ستر برس تک اس میں گرتا رہے گا، اور تہ تک نہ پہنچ پائے گا، اور خدا کی قسم وہ بھری جائے گی، کیا تم کو اس میں تعجب ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دونوں چوکھٹ کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے، اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوگی۔ اور بے شک سات سات دن ہم پر اس حالت میں گزر جاتے تھے کہ درخت کے پتوں پر ہمارا گزر ہوتا جس کو کھاتے کھاتے منہ کے کنارے چھل جاتے، مجھے ایک چادر ملی تو میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سعید بن مالک کو دیا، ایک میں نے اوڑھ لیا، آج ہم میں سے ہر ایک آدمی

---

[1] صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی بڑے شہر کا امیر و والی ہے، اور میں خدا سے اس کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نظر میں بڑا ہوں اور خدا کے نزدیک چھوٹا ہوں[1]۔"

جدید ذہنیت اور عقیدۂ آخرت کی کمزور ترجمانی

جو ذہنیتیں اور جو تحریکیں ایمان سے پوری طرح سیراب نہیں اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درس گاہ کی تربیت و رہنمائی براہِ راست حاصل نہیں وہ اس فکر و عقیدہ یا اس ذوق و رجحان کو پوری طرح ہضم کرنے کے قابل نہیں ہوتیں اور اس سے ان کو زیادہ دلچسپی معلوم نہیں ہوتی، وہ برابر اس کے بارہ میں کشمکش میں رہتی ہیں یا اس کے تذکرہ میں ان کے اندر وہ گرم جوشی نہیں پائی جاتی جو مزاج نبوت سے مناسبت رکھنے والوں میں پائی جانی چاہیے۔ وہ اس سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتی ہیں، یا اس کی یہ تاویل کرتی ہیں کہ اس طرح کی باتیں ایک خاص زمانہ اور ماحول کے لیے تھیں اور ان کے کچھ خاص اسباب تھے، لیکن یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قرآن مجید اور سیرت نبوی اس روح سے لبریز اور معمور ہے، اور یہی وہ صحیح اسلامی مزاج یا اسلامی نفسیات ہے، جو صرف مدرسۂ نبوت میں پیدا ہوتی ہے، چنانچہ جب بھی قرآن مجید اور سیرت نبوی کو کسی ماحول میں اپنا کام کرنے کا اور کسی ایسی نسل کی تیاری کا موقع ملتا ہے جو بیرونی اثرات سے محفوظ رہی ہو اور جس کی نشو و نما خالص اسلام میں ہوئی ہو تو اس کا خمیر، مزاج، ذہنیت یا نفسیات یہی ہوتی ہے، دنیا کی آرائش اور ضرورت سے زائد چیزوں سے پرہیز، قناعت، آخرت کی فکر اور ان کاموں سے دلچسپی جو اخروی زندگی میں نفع دے سکیں، خدا کے سامنے حاضری کا شوق جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو دنیا پر ترجیح دینا، ایمان پر خاتمہ اور خدا کی راہ میں موت کا استقبال، یہ اہل ایمان

[1] صحیح مسلم ج ۲ - (کتاب الزہد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وہ جماعت اور وہ انسانی نمونہ ہے، جس کی زبانوں پر اب بھی کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام اور سابقین اولین کا یہ جملہ بے ساختہ آجاتا ہے:

غداً الاقی الاحبۃ — کل دوستوں اور محبوبوں سے ملاقات ہوگی

محمداً وحزبہ[1] — محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے!

نبوّت کی دعوت اور اصلاحی تحریکات کا فرق

بعض تحریکیں اور دعوتیں ایمان بالآخرت کی ترجمانی و تشریح بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔ اور بہت تفصیل کے ساتھ اور دل نشین طریقہ پر اس کی حکمتوں فائدوں اور زندگی پر اس کے خوشگوار اثرات اور اخلاقی نظام میں اس کی اہمیت کا ذکر کرتی ہیں۔ لیکن ہر ذہین و سمجھ دار شخص محسوس کرتا ہے کہ یہ آخرت کا صرف ایک اخلاقی ضرورت اور ذریعۂ اصلاح و تربیت کے طور پر استعمال ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر بہتر سوسائٹی اور صالح معاشرہ کا قیام مشکل ہے یہ کوشش بعض وجوہ سے لائق تحسین ضرور ہے۔ لیکن وہ انبیاء کرام کے طریقۂ فکر اور طریقۂ عمل، ان کی سیرت و کردار، اور ان کے خلفاء و تابعین کے طریقہ زندگی سے کھلے طور پر مختلف ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر (یعنی طریقۂ انبیاء) ایمان و وجدان، احساس و شعور اور ذوق و شوق کا نام ہے، وہ ایک ایسا عقیدہ ہے، جو انسان کے تمام احساسات و جذبات کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، آخرالذکر اس کو قانونی حیثیت سے تسلیم کرنے کی ظاہری شکل ہے، اول الذکر لوگ آخرت کا ذکر جب کرتے ہیں، بے ساختگی، لذت اور لطف و کیفیت کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کی دعوت بڑی قوت، گرم جوشی اور یقین کے ساتھ دیتے ہیں۔ دوسرا طرز رکھنے والے لوگ ایک اخلاقی و سماجی ضرورت کے بقدر

[1] یہ سیدنا بلال بن رباح الحبشی کا جملہ ہے (احیاء العلوم روایت ابن ابی الدنیا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ذکر تے ہیں، اور قومی اصلاح اور اخلاقی تنظیم کے جذبہ سے اس کی دعوت دیتے ہیں جذبہ اور وجدان اور ذوق و کیفیت اور منطق اور اجتماعی مصالح میں جو عظیم فرق ہے اس کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں۔

قوت کا سرچشمہ اور ہمّت و پیش قدمی کا سب سے بڑا محرک

لیکن آخرت پر اس زبردست یقین، دنیا پر اس کی ترجیح و فوقیت اور تعیشات اور فضول سامان آرائش سے اس درجہ کنارہ کشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو دنیا کی قیادت اور انسانیت کی رہنمائی سے دستبردار ہونے اور زندگی کے دھارے سے علیحدہ رہنے پر آمادہ نہیں کیا، اس نے ان کے اندر یہ جذبہ پیدا نہیں کیا کہ وہ اسباب معیشت کو ترک کر دیں۔ اور حق و صداقت کے لیے جدوجہد سے دست کش ہو جائیں، ان کا ایمان کمزوری اور شکست خوردگی کا باعث نہ تھا۔ (جیسا کہ آخری صدیوں میں ہم کو نظر آرہا ہے) بلکہ وہ قوت کا سرچشمہ اور ہمّت و پیش قدمی اور مادیت کے خلاف جدوجہد کا بہت بڑا محرک تھا، وہ جاں بازی، دلیری، قوت، اور فتح و ظفر کا وسیلہ اور بڑا ذریعہ تھا، چنانچہ جو لوگ دنیا کے معاملہ میں سب سے زیادہ زاہد، آخرت کے سب سے زیادہ شائق، اس کے یقین میں سب سے سرشار اور خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضری اور شہادت فی سبیل اللہ کے سب سے زیادہ مشتاق تھے وہی سب سے زیادہ جاں نثار و جاں باز، بہادر و جگر دار تھے، اور حق کے لیے فروشی جہاد و قربانی اور فتوحات اسلامی میں ان ہی کا سب سے بڑا حصہ تھا۔

یہ دراصل اس عقیدہ کی خاصیت ہے وہ قدرتی طور پر اپنے ماننے والوں میں اس زندگی کی بے وقعتی، خواہشات پر قابو اور مردانگی و حق پرستی کے یہ اوصاف پیدا کرتا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کی فتوحات و ترقیات اور اس کی عام ترویج و

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت اسی ایمان و عقیدہ کی مرہون منت ہے۔

ایمان بالآخرت اور رہبانیت میں کوئی رشتہ نہیں

اس لحاظ سے یہ عقیدہ (یعنی ایمان بالآخرت اور اس دنیا کی زندگی کے بارہ میں قرآنی نقطۂ نظر) اس مبغوض و ناپسندیدہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جس کی قرآن نے بہت مذمت کی ہے، اور جو عالم اسلام میں اسلامی تعلیمات کی کمزوری و بے اثری اور قرون اولیٰ سے بُعد، نیز عجمی رجحانات اور بیرونی فلسفوں مثلاً مسیحیت، بودھ مت، برہمنزم اور افلاطونیت جدیدہ کے اثر سے پیدا ہو گئی تھی۔

یہ عقیدہ دنیا کی حق تلفی اور اس کی صحیح قیمت سے انکار کے بغیر آخرت کی ترجیح پر قائم ہے۔ اس کی بنیاد آخرت کے لیے جدوجہد، حق و صداقت کے لیے سعی مسلسل، اور لازوال زندگی کے حصول کے لیے عارضی و فانی خواہشات کی قربانی اور رضائے الٰہی کی طلب ہے، اور اس میں ذرا شبہ نہیں کہ مسلمان صرف اس عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے کمزور ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی نئی نسل جو آج ہوا و ہوس میں گرفتار نظر آرہی ہے اس کو اس عقیدہ کی تجدید، اس کے از سرِ نو احیاء اور مسلمانوں میں اس کی اشاعت کی شدید ضرورت ہے کھسکی ہوئی چول اس وقت تک اپنی صحیح جگہ پر نہیں آئے گی، اور مسلمانوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک وہ اس زندگی کو قرآن کی نگاہ سے دیکھنا شروع نہ کریں گے۔ اور یہ وہ نقطہ ہے جس سے مادی طرز فکر کو سخت اختلاف ہے، جو لوگ مادی فلسفہ اور اس زندگی کی پرستش میں مبتلا ہیں۔ خواہشات کے مارے ہوئے اور نفس کے کچلے ہوئے ہیں۔ اور صرف دنیا کی خوشحالی و ترقی اور آرام و راحت کے طلب گار ہیں، اور اس کے سوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ اور نہیں چاہتے، وہ اس نقطۂ نظر کو قبول کرنے یا اس کے ساتھ صلح کر لینے پر کسی صورت میں تیار نہیں ہو سکتے۔

سورہ کہف نے اسی مادہ پرستانہ طرز فکر کی تردید کی ہے اور اس مادی مذہب اور اس کے علمبرداروں پر ضرب لگائی ہے۔ اس نے اس زندگی کی صرف وہ تصویر پیش کی ہے جو صحیح اور مطابق حقیقت ہے، خواہ یہ بات کسی کو پسند ہو یا نہ ہو۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا قصّہ

اب ہم حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا وہ قصہ شروع کرتے ہیں جو اسی زندگی اور اسی دنیا کا قصّہ ہے جس میں ہم سب رہتے ہیں، اس سے بہت عملی طریقہ پر اور بڑی واضح اور غیر معمولی شکل میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس دنیا کے معلومات و مکشوفات سے ماوراء اور بہت سی نامعلوم چیزیں بھی ہیں - اور جن چیزوں سے ایک انسان (خواہ وہ بہت بڑا عالم و باخبر ہو) ناواقف ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں، جو اس کے علم میں ہیں، وہ ہمیشہ اپنے مشاہدہ اور احساس پر رائے قائم کرتا ہے، اور اسی لیے اس سے بار بار غلطیاں ہوتی ہیں اور ٹھوکریں لگتی ہیں، اگر زندگی کے حقائق اس پر آشکارا ہو جائیں اور رموز و اسرار اور باطنی معاملات کا اسے علم ہو جائے تو اس کے نظریات بڑی حد تک بدل جائیں گے، اور خود اس کو اپنے بہت سے فیصلوں سے ہٹنا پڑے گا - اس قصہ سے ہمیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اس کے رائے اور فیصلہ، مسلک و رجحان اور احساس و خیال کا کوئی بھروسہ نہیں، مزید یہ کہ اس کائنات کا احاطہ ناممکن ہے اس لیے رائے قائم کرنے اور فیصلہ کرنے میں عجلت اور اپنے احساسات و خیالات پر اصرار درست نہیں، یہ زندگی بڑی مبہم، لپٹی ہوئی، اور تہ در تہ ہے، کائنات بڑی وسیع اور عظیم ہے - جگہ جگہ اس کا باطن ظاہر سے مختلف اور آخر اول سے جدا ہے - اس زندگی میں اتنے بڑے بڑے معمے، چیستان اور پیچیدہ سوالات ہیں کہ انسان اپنی ساری ذہانت علم، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جستجو وآرزو کے باوجود ان کو ابھی تک حل نہیں کر سکا - اس میں بکثرت ایسی گرہیں اور گتھیاں ہیں، جن کی عقدہ کشائی سے علم انسانی اپنی ساری وسعت اور ترقی کے باوجود عاجز ہے، روزمرہ کی عام زندگی پر نظر ڈالیے تو وہ بھی فاش غلطیوں، عاجلانہ فیصلوں، جذباتی اور فوری اقدامات اور برجستہ اور سرسری افکار وخیالات سے آلودہ نظر آئے گی، اگر اس وسیع وعظیم کائنات کا انتظام علم انسانی کے حوالہ کر دیا جائے اور اس کو مکمل اختیار دے دیا جائے تو وہ پوری دنیا میں فساد برپا کرے گا اور نسل اور زراعت دونوں کی ہلاکت وبربادی کا باعث ہوگا، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی نگاہ قاصر اور عمل محدود ہے، جلد بازی اس کے خمیر میں داخل اور بے صبری اس کی سرشت میں پیوست ہے -

اس عظیم اور اہم حقیقت کو ثابت وظاہر کرنے کے لیے (جو تمام مذاہب اور ایمان بالغیب کی بنیاد ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد کی اس سب سے بڑی شخصیت کا انتخاب فرمایا جس کو نہ صرف علم کا بلکہ خیر وصلاح کا بھی بہت بڑا حصہ ملا تھا، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا شمار اولوالعزم انبیاء میں ہے، وہ ایک موقع پر بنی اسرائیل کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے، تو ان سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے - تو انھوں نے جواب دیا "میں"، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جواب کو پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ انھوں نے علم کا انتساب خدا کے بجائے اپنی طرف کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ مجمع البحرین (دو سمندروں کے سنگم) میں ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ جاننے والا ہے[1]

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ - (کتاب التفسیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجیب و غریب حالات:

اب ان کا سفر ایک ایسے آدمی کے ساتھ شروع ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخصوص رحمت سے نوازا تھا اور اپنا خاص علم عطا کیا تھا۔ ان کا علم و فہم حقیقت سے اور ان کی رائے (جس کی تائید ظاہر سے ہوتی تھی) امر واقعی سے تین موقعوں پر متصادم ہوتی ہے۔

حضرت خضر جس کی کشتی پر سوار ہوتے ہیں، اور جس پر اس کا مالک ان کو بلا معاوضہ کے سوار کرتا ہے اسی کو توڑ دیتے ہیں، حضرت موسیٰ ؑ اس سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں، اور اپنے علم اور حال ظاہری کے مطابق اس کا سبب دریافت کرتے ہیں۔ حضرت خضر ایک معصوم لڑکے کو جس نے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی، نہ اس کے والدین نے ان کے ساتھ کوئی برا معاملہ کیا۔ قتل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک گرتی ہوئی دیوار کی بلا اجرت مرمت کرتے ہیں۔ حالانکہ گاؤں والے ان کی میزبانی کے لیے بھی تیار نہ ہوئے تھے۔ یہ حضرت خضر کے وہ عجیب و غریب معاملات اور نہ سمجھ میں آنے والی باتیں تھیں، جو حضرت موسیٰ ؑ کے دل میں حد درجہ حیرت و استعجاب پیدا کر رہی تھیں اور ان کو بار بار سوال کرنے پر مجبور کرتی تھیں۔ جو کشتی ان کے سفر میں مددگار ثابت ہو رہی تھی اس کا حق یہ تھا کہ اس کی حفاظت کی جائے نہ کہ اس کو توڑا جائے، اسی طرح کشتی کے مالک نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کے اس احسان کا اعتراف کیا جائے، اور اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، اس معصوم لڑکے کا حق یہ تھا کہ اس کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جائے اور اس کی تربیت اور نگہداشت کی جائے، جس گاؤں والوں نے ان کے ساتھ بے مروتی اور تنگ دلی کا ثبوت دیا تھا، ان کو کھانا پانی دینے کے بھی روادار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتے ان کا حق یہ تھا کہ ان کے ساتھ اس ہمدردی کا معاملہ نہ کیا جائے، لیکن حضرت خضرؑ بظاہر ہر معقول بات اور ہر عرف و دستور کے خلاف نظر آتے ہیں، اور ان تینوں موقعوں پر ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں، جس کی تائید نہ عقل سے ہوتی ہے نہ منطق سے نہ ذوق و وجدان سے، حضرت موسیٰؑ جو اللہ کے نبی اور ایک ایسے انسان تھے، جو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ غیور و حساس واقع ہوا تھا، اور کسی غلط کارروائی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، ان ناقابل فہم باتوں اور کارروائیوں کے سامنے خاموش نہیں رہ پاتے، وہ اپنا وعدہ بھول کر اپنی مخالفت اور حیرت کا اظہار آخر کار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں :-

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۔ آپ نے کیسی بُرائی کی بات کی !

حقائق کتنے عجیب ہوتے ہیں :

حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ کے سوالات کو دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ اور ان کا جواب دیئے بغیر بڑے صبر و سکون کے ساتھ اپنی کارروائی میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ سفر اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر تمام ہوتا ہے اس وقت وہ ان رازوں سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ جو ان واقعات کے اندر پوشیدہ تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے لیے سخت حیران کن اور ناقابل فہم تھے، جو شخص ایک بار بھی قرآن مجید میں اس قصہ کو پڑھتا ہے اس پر یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت خضرؑ حق پر تھے اور انہوں نے جو کچھ کیا درست کیا، انہوں نے ان تینوں مواقع پر بڑی حکمت و دانائی کا ثبوت دیا انہوں نے کسی اچھائی کی جگہ بُرائی اور بُرائی کی جگہ اچھائی نہیں کی، کشتی توڑ کر انہوں نے یہ احسان کیا کہ اس کو ضبطی سے بچا لیا، اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ وقت کشتیوں کی تلاش میں تھا، اور ہر صحیح سالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشتی کو غصب کر رہا تھا، انھوں نے بلا معاوضہ سوار ہونے کا معاوضہ یہ دیا کہ اس کی کشتی بادشاہ کی ظالمانہ دستبرد سے بچالی۔

لڑکے کے والدین کے ساتھ ان کا احسان یہ تھا کہ یہ لڑکا ان کے لیے فتنہ بننے والا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو ان کو سرکشی و کفر تک پہنچا دیتا، انہوں نے سوچا کہ گھڑی بھر کا رونا، زندگی بھر کے رونے اور مرنے کے بعد رونے سے بہتر ہے لڑکے کا بدل ممکن ہے۔ لیکن ایمان اور حسنِ خاتمہ کا بدل ممکن نہیں۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝[1] (سورہ کہف ۸۰-۸۱)	باقی رہا لڑکے کا معاملہ تو اس کے ماں باپ مومن ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر ڈر اکہ انہیں سرکشی اور کفر کر کے اذیت پہنچائے گا۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس لڑکے سے بہتر انہیں لڑکا دے۔ دینداری میں بھی اور محبت کرنے میں بھی۔

شکستہ اور جھکی ہوئی دیوار اس لیے درست کی کہ وہ دو یتیم لڑکوں کی ملک میں تھی، اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا۔ اگر وہ گر جاتی تو خزانہ کا راز کھل جاتا، چور اُچکے اس کو لوٹ لیتے اور یہ یتیم محروم رہ جاتے، جو اس کے اصل مالک اور جائز وارث تھے، اس طرح یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ عمل کی پاکیزگی زندگی میں بھی نفع پہنچاتی ہے، اور مرنے کے بعد بھی۔ جب اللہ تعالیٰ ایک صالح مرد کی اولاد کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتا تو خود مردِ صالح کو کیوں ضائع کرے گا۔ اور بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[2]	اللہ نیک عملوں کا اجر کبھی نہیں ضائع کرتا

---

[1] ایضاً ۸۰-۸۱۔ [2] سورہ یوسف ۹۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۚ[1]

جواب میں ان کے رب نے فرمایا میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت۔

جو پاک بیج ڈالے جاتے ہیں۔ ان کا بھی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اور جو بُرے ہوتے ہیں، ان کا بھی۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝[2]

اور وہ جو دیوار درست کر دی گئی، تو (اس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے وہ) شہر کے دو یتیم لڑکوں کی ہے، جس کے نیچے ان کا خزانہ گڑا ہوا ہے ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا پس تمہارے پروردگار نے چاہا۔ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ محفوظ پاکر نکال لیں (اگر وہ دیوار گر جاتی تو ان کا خزانہ محفوظ نہ رہتا اس لیے ضروری ہوا کہ اُسے مضبوط کر دیا جائے) یہ ان لڑکوں کے حال پر پروردگار کی ایک مہربانی تھی جو اس طرح ظہور میں آئی۔ اور یاد رکھو، میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا (اللہ کے حکم سے کیا) یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے!"

علم انسانی کمال اور حقیقت اشیا تک نہیں پہنچ سکتا:

پسِ پردہ حقیقتیں کتنی عجیب و غریب ہوتی ہیں، صورت و حقیقت اور ظاہر و باطن

[1] سورہ آل عمران ۱۹۵۔ [2] سورہ کہف ۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کتنا اختلاف ہے، یہ زندگی کتنی پیچیدہ اور اس کی ڈور کتنی الجھی ہوئی ہے کائنات کتنی مبہم اور زندگی کے معمّے اور پہیلیاں کتنی مشکل ہیں۔ اور انسان اپنے اس دعویٰ میں کس قدر جری و بیباک ہے، کہ اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے اور ہر مسئلہ کی حقیقت اور جڑ تک پہنچ گیا ہے۔ پہلی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر؈ حقیقت اور واقعہ سے کتنے دُور تھے، اور ان کا رویہ اعتدال و توازن سے کتنا مختلف تھا۔ لیکن انجام کاران کی فہم ورائے کتنی درست اور مطابق حقیقت تھی، اس سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ زندگی رواں دواں ہے اس کے پاس ہر زمانہ کے لیے نئے سامان اور نئے عجائبات ہیں۔ وہ ہر روز اپنے نئے راز کھولتی اور نئے اسرار ظاہر کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی آشکارا ہے کہ علم کی کوئی انتہا نہیں اور اس کا آخری کنارہ ہماری دسترس سے بہت دُور ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ[1] اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہستی ہے

مادی طرزِ فکر کو چیلنج:

یہ قصہ اپنے ان مضامین و معانی کے ساتھ جو اس میں وارد ہوئے ہیں۔ اس مادی فلسفہ کو چیلنج کرتا ہے۔ جس کا کہنا یہ ہے کہ زندگی بس وہی کچھ ہے جو ہم نے سمجھا ہے، اور کائنات کا پورا علم ہم کو حاصل ہے اور حقیقت صرف وہی ہے جو آنکھوں سے نظر آئے، زندگی اور کائنات میں معیار صرف "ظاہر" ہے، اور اس پر بے خوف و خطر رائے قائم کی جا سکتی ہے، انسان اس کا حقدار ہے کہ اس دنیا کا انتظام اس کے حوالہ کیا جائے، قانون سازی کا حق اس کو حاصل ہو اس لیے کہ علم، عقل اور مطالعہ و تحقیق ہر چیز میں وہ کامل ہے، اور حقیقت اور علم کی گہرائیوں اور کائنات کی حقیقتوں تک اس

---

[1] سورہ کہف - ۷۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رسائی ہو چکی ہے۔

تمام مادی فلسفوں کی ہمیشہ یہی بنیاد رہی اور جدید و معاصر تمدن بھی اسی فکر و عقیدہ پر قائم ہے۔ سورہ کہف (اپنے مضامین و آیات میں) عمومی طور پر اور حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا یہ قصہ خصوصی طور پر اس بنیاد پر تیشہ چلاتا ہے۔ اور اس کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ قصہ حضرت خضر کے ان آخری الفاظ پر ختم ہوتا ہے:-

ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا۔[1] یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے!

تاویل قرآن مجید کی اصطلاح میں حقیقت[2] کو کہتے ہیں۔ عجلت، انکار اور غلطی انسان کے مزاج میں ہے۔ لیکن بالآخر حقیقت سامنے آکر اپنی بالادستی اور جہاں گیری تسلیم کرا دیتی ہے۔

چوتھا قصہ جس پر اس سلسلہ کا اختتام ہے۔ ایک ایسے شخص کا قصہ ہے جو ایمان و صلاح، فائق و برتر قوت، قدرتی وسائل اور انسان کے لیے پیدا کردہ طاقتوں کی تسخیر، تمام چیزوں کا جامع تھا۔ اور جس نے مفسد و سرکش فاتحین اور ظالم و جابر بادشاہوں کے برخلاف، ان وسائل کا استعمال صرف انسانی فلاح، انسانیت کی خدمت اور صالح تہذیب کے قیام کے لیے کیا۔

ذوالقرنین اور آہنی پشتہ کی تعمیر

ذوالقرنین کی شخصیت میں مفسرین کا اختلاف ہے، مشہور قول یہ ہے کہ وہ سکندر مقدونی تھے، امام رازی بھی اسی رائے کے مؤید اور داعی تھے، اور عام علماء اسلام کا رجحان بھی زیادہ تر یہی رہا۔ لیکن در حقیقت اس قول کو تسلیم کرنے کے لیے کوئی قوی

[1] سورہ کہف۔ ۸۲ [2] دیکھیے تفسیر سورۂ اخلاص، از شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل یا محرک موجود نہیں اس لیے کہ سکندر مقدونی میں وہ صفات بالکل نہیں پائے جاتے جن کا ذکر قرآن مجید میں ذوالقرنین کے لیے آیا ہے۔ مثلاً ایمان باللہ، خوف خدا، عدل اور مفتوحہ آبادیوں کے ساتھ رحم وانصاف کا برتاؤ اور اس عظیم پشتہ کا غیر معمولی کارنامہ، یہ خیال غالباً صرف اسکندر مقدونی کی تاریخ اور اس کی جنگی مہمات سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا۔

بعض معاصر فضلاء واہل علم[1] کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اہل یونان

[1] خاص طور پر مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن کی جلد دوم میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور تاریخ کے بیانات اور یہود کی مذہبی کتابوں کے حوالہ سے اپنا نقطۂ نظر ثابت کیا ہے، انھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"۵۵۹ قبل از مسیح میں ایک غیر معمولی شخصیت (سائرس) غیر معمولی حالات کے اندر اُبھری اور اچانک تمام دنیا کی نگاہیں، اس کی طرف اُٹھ گئیں، پہلے ایران کی سلطنت دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی جنوبی حصہ پارس کہلاتا تھا اور شمال مغربی میڈیا (یہ وہ ہے جس کو عرب مورخ "ماہات" کے نام سے یاد کرتے ہیں) اس کی کوششوں سے دونوں مملکتوں نے مل کر ایک عظیم شہنشاہی کی صورت اختیار کرلی، پھر اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا، وہ فتوحات نہیں جو ظلم وقہر کی خوں ریزیوں سے حاصل کی جاتی تھیں بلکہ انسانیت وعدالت کی فتوحات جو تمام تر اس لیے تھیں کہ مظلوم قوموں کی دادرسی اور پامال ملکوں کی دستگیری ہو، چنانچہ ابھی بارہ برس کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر بکٹریا (BACTRIA) (باختر) تک ایشیا کی تمام عظیم الشان مملکتیں، اس کے آگے سربسجود ہوچکی تھیں۔

تخت نشینی کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسے پیش آئی وہ لیڈیا (LYDIA) کے پادشاہ کروئسیس (CROESUS) سے تھی۔ لیڈیا سے مقصود ایشیائے کوچک کا مغربی اور شمالی حصہ ہے جو یونانی تمدن کا ایشیائی مرکز بن گیا تھا، اور جس کا پایہ تخت سارڈیس (SARDIS) تھا اس

(باقی بر صفحہ ۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(SYRUS) کہتے آئے ہیں، اور جس کو یہود "خورس" اور عرب مورخین "کیخسرو" کہتے ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۰۷) جنگ میں بھی وہ فتح یاب ہوا۔ اب ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا، وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا، قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر رک گئے اس لیے کہ سمندر کی موجوں پر چلنے کے لیے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ جب سائرس سارڈیس کی تسخیر کے بعد آگے بڑھا ہوگا، تو یقیناً بحر ایجین (…EAN SEA) کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہوگا جو سمرنا کے قرب و جوار میں واقع ہے، یہاں اس نے دیکھا ہوگا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے، ساحل کے کیچڑ سے پانی گندا ہو رہا ہے۔ اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی صورت حال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:-

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ (۸۶) اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج ایک گندے حوض میں ڈوب رہا ہے۔

دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی، اس پیش قدمی میں وہ مکران اور بلخ تک پہنچ گیا اور ان وحشی اقوام پر فتح حاصل کی جو تہذیب و تمدن سے بیگانہ تھیں، یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اسی اشارہ کی تصدیق ہے:

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ۝ (۹۰) اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لیے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی۔

یعنی خانہ بدوش قبائل تھے، اس کے بعد اس نے بابل جیسے مضبوط دارالسلطنت پر حملہ کیا اور بنی اسرائیل کو "بخت نصر" کے مظالم سے نجات دلائی، اس طرح اس کو بنی اسرائیل کا نجات دہندہ کہا جا سکتا ہے۔ یہود بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، اور اس طرح اس نے ان پیشگوئیوں کو پورا کر دیا جو اس کے سلسلہ میں تورات میں آئی تھیں۔

تیسری لشکر کشی اس نے ایسے علاقہ تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا (باقی برصفحہ ۱۰۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہماری نظر میں سب سے زیادہ صحیح رائے سید قطب کی ہے۔ مناسب ہے کہ اس موقع پر ان کی پوری عبارت نقل کر دی جائے، وہ "فی ظلال القرآن" میں لکھتے ہیں:

"نص سے ذوالقرنین کی شخصیت اور ان کے مقام اور عہد کا کوئی علم نہیں ہو پاتا، قرآنی قصّوں کا یہ عام اسلوب اور خاص پہچان ہے۔ تاریخی انضباط اس کا مقصود نہیں مقصود صرف قصّہ سے پیدا ہونے والی عبرت ہے۔ اور یہ بات اکثر اوقات زمان و مکان کے تعین کے بغیر حاصل ہو جاتی ہے۔

ہماری مدوّن تاریخ میں ایک شخصیت کا نام ضرور آتا ہے، جس کو سکندر ذوالقرنین کہا گیا ہے۔ لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا ذوالقرنین ہرگز نہیں، اس لیے کہ یونانی سکندر مشرک و بت پرست تھا، اور قرآن میں جن

(بقیہ صفحہ ۱۰۸) کرتے تھے، اس میں وہ بحر خزر (کاسپین) (CASPIAN SEA) کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا (CAUCASUS) کے سلسلۂ کوہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہاں اسے ایک درہ ملا تھا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ ایسی راہ سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ میں تاخت و تاراج کیا کرتے تھے، اور یہیں اس نے سد تعمیر کی۔

سائرس کی وفات بالاتفاق ۵۲۹ء قبل مسیح میں ہوئی۔ ۱۸۳۸ء میں اصطخر (PASARGADAE) کے کھنڈر میں سنگ مرمر کا ایک مجسمہ دریافت ہوا جس کے سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگیں تھیں جو میڈیا اور پارس کی ان دو مملکتوں کا رمز تھیں جن کو سائرس نے متحد اور زیر نگیں کیا تھا، اور جس کی وجہ سے اس کا نام "ذوالقرنین" پڑا۔ جدید مورخین نے سائرس کی حوصلہ مندی اور اس کی انصاف پرور شخصیت اور کریمانہ اوصاف کی بڑی تعریف کی ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لیے پروفیسر R. GRUNDI کا مقالہ مفید ثابت ہوگا۔ دیکھیے:-

UNIVERSAL HISTORY OF THE WORLD BY J. A. HAMMERTON

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر ہے، وہ مومن، موحد، حشر و نشر اور یوم آخرت کے قائل تھے۔

ابو الریحان بیرونی اپنی کتاب "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیۃ" میں لکھتے ہیں کہ:-

"قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے، وہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے، اس کا علم ان کے نام کی ترکیب سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حمیر کے سلاطین اپنے القاب میں "ذو" ضرور لگاتے تھے، مثلاً ذو نواس ذو یزن، ان کا نام ابوبکر بن افریقش تھا۔ انھوں نے بحر روم کے ساحل تک فوج کشی کی، تونس، مراقش اور دوسرے ممالک سے بھی گزرے۔ انھوں نے افریقیہ کے نام سے شہر آباد کیا تھا، جو بعد میں پورے براعظم کا نام ہو گیا، ان کو ذوالقرنین اس لیے کہا گیا کہ وہ سورج کے دونوں کناروں تک پہنچ گئے۔"

ہو سکتا ہے کہ یہ قول صحیح ہو۔ لیکن آج اس کے جانچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لیے کہ جتنی تاریخ اب تک لکھی جا چکی ہے۔ اس میں ذوالقرنین کی تلاش بے سود ہے، ان کی جو سیرت اور حالات زندگی قرآن نے بیان کیے ہیں۔ اس کا حال بھی ان احوال کی طرح ہے جو قرآن مجید نے قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ کے سلسلہ میں بیان کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کی عمر انسانیت کی عمر کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ مرتب تاریخ سے پہلے بکثرت واقعات گزر چکے ہیں، جن کا علم تاریخ کو بالکل نہیں، اس لیے اس سلسلہ میں اس کا فتویٰ بالکل معتبر نہیں۔

توریت اگر تحریف اور اضافات سے محفوظ رہتی تو وہ البتہ اس طرح کے بعض واقعات کے سند بن سکتی تھی۔ لیکن اس میں ایسی کہانیاں شامل کر دی گئی ہیں، جن کی افسانویت میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اس میں بکثرت روایات بڑھائی گئی ہیں۔ اور وحی الٰہی کا حصہ اس میں خلط ملط ہو گیا ہے، اس لحاظ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توریت بھی تاریخی واقعات میں کوئی یقینی مرجع باقی نہیں رہی۔

اب صرف قرآن باقی رہا جو تحریف اور تغیرات سے محفوظ ہے، وہ ان تاریخی قصّوں کی واحد سند اور سرچشمہ ہے، جو اس میں وارد ہوئے ہیں اور بدیہی طور پر قرآن کا محاکمہ تاریخ کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے دو سبب ہیں پہلی بات یہ ہے کہ تاریخ نئی پیداوار ہے۔ تاریخ انسانی کے بے شمار واقعات اس کے علم میں نہیں، دوسری طرف قرآن ان سب واقعات سے پردہ اٹھاتا ہے جس کا ذکر تاریخ کے ریکارڈ میں نہیں ملتا۔

دوسری بات یہ کہ تاریخ (خواہ اس میں ان واقعات کا ذکر موجود ہو) بہر حال ایک بشری عمل ہے، اور انسانی اعمال میں خطا و تحریف اور کوتاہ نظری کی جو آلودگی پائی جاتی ہے۔ وہ قدرتی طور پر اس میں بھی ہے ہم اپنے موجودہ زمانہ میں (جس میں مواصلات و ملاقات کے وسائل اور تحقیق و تفتیش کے ذرائع سہولت کے ساتھ میسّر ہیں) یہ دیکھتے ہیں کہ ان سہولتوں کے باوجود ایک خبر اور ایک واقعہ مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے اس کو مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے، اس کی متضاد تشریحیں کی جاتی ہیں۔ اور مختلف نتائج نکالے جاتے ہیں یہ وہ حقیقی ملبہ ہے، جس سے تاریخ تیار کی جاتی ہے۔ خواہ اس کے بعد اس کو بحث و نظر اور جانچنے پرکھنے کا اعلیٰ معیار تسلیم کر لیا جائے۔

اس لیے محض یہ کہنا کہ قرآنی قصّوں کے بارہ میں تاریخ کا فتویٰ جاننا ضروری ہے ان قواعد علمی اور اصول موضوعہ کے بھی خلاف ہے۔ جس پر انسانوں کا عام اتفاق ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ بات اس عقیدہ کے بھی سراسر خلاف ہے۔ جو قرآن کی بات کو فیصلہ کن مانتا ہے، اس کو نہ قرآن پر ایمان لانے والا تسلیم کر سکتا ہے نہ بحث علمی کے ذرائع پر بھروسہ رکھنے والا، اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اندازوں، قیاسات اور خیالات کی ہے۔

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے بارہ میں سوال کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جس میں ان کی سیرت پر کچھ واضح اشارات موجود ہیں۔ چونکہ قرآن مجید ہی اس کا واحد سرچشمہ ہے۔ اس لیے بغیر علم و تحقیق کے اس میں توسع کی کوشش ہمارے بس سے باہر ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں بہت سے اقوال آئے ہیں، لیکن ان پر یقین کے ساتھ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں سے اگر کچھ لینا ہے تو احتیاط کو مدنظر رکھنا چاہیے اس لیے کہ اسرائیلیات اور روایات بھی اس میں شامل ہو گئی ہیں[۱]"

صالح اور مصلح بادشاہ:

بہرحال، ہم کو معین طور پر کسی ایسی شخصیت کا پتہ لگے یا نہ لگے جس کو ہم ذوالقرنین کہہ سکتے ہیں۔ اور اس پر وہ ساری تفصیلات منطبق کر سکتے ہیں۔ جو قرآن میں آئی ہیں، اور وہ ناقص اور ادھوری تاریخ ہماری رہنمائی کرے یا نہ کرے۔ جو بہت آخر میں مرتب ہونا شروع ہوئی اور جس پر قطعیت کے ساتھ کوئی رائے قائم کرنا بہت دشوار ہے اس سے قرآن کے طالب علم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اس لیے کہ ان کے سب ضروری اوصاف ہمارے سامنے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے طاقت، ذرائع و وسائل، علو ہمت حوصلہ مندی اور عالی ظرفی عطا کی تھی۔

وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا	نیز اس کے لیے ہر طرح کا ساز و سامان مہیا کر دیا
فَأَتْبَعَ سَبَبًا[۲]	تھا تو (دیکھو) اس نے (پہلے) (ایک مہم کے لیے) ساز و سامان کیا۔

---

[۱] فی ظلال القرآن حصہ ششم طبع پنجم ص ۸، ۹، ۱۰- از سید قطب۔ [۲] سورہ کہف ۸۴-۸۵-

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع تھا، اور ایک طرف مشرق کے آخری کنارے اور دوسری طرف مغرب کے انتہائی سرے تک پہنچ گیا تھا، جس کو قرآن مجید میں مطلع الشمس سے اور مغرب الشمس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ اپنی ان ساری فتوحات اور کارناموں میں ہمیشہ صالح و مصلح، حق کے حامی، ضعیفوں کے مونس و غم خوار، سرکشوں اور ظالموں کے لیے تازیانۂ عبرت رہے۔ ان کا اصول اور پروگرام ہمیشہ وہ رہا جو قرآن نے ان کی زبان سے بیان کیا ہے۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ اِلْحُسْنٰی وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۝[1]	ذوالقرنین نے کہا "ہم ناانصافی کرنے والے نہیں جو سرکشی کرے گا، اسے ضرور سزا دیں گے۔ پھر اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، وہ (بداعمالوں کو) سخت عذاب میں مبتلا کرے گا، اور جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا، تو اس کے بدلے اسے بھلائی ملے گی، اور ہم اسے ایسی ہی باتوں کا حکم دیں گے جس میں اس کے لیے آسانی و راحت ہو۔

اس اصول میں جو پاکیزگی و صداقت، اس پروگرام میں جو کمال و اعتدال، اور اس کیرکٹر میں جو اخلاقی بلندی اور حسن سیرت نمایاں ہے، اس کی تشریح و توضیح کی چنداں ضرورت نہیں۔

اپنی ان پیش قدمیوں اور فتوحات کے زمانہ میں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو پہاڑوں کے درمیان آباد تھی اور ہمیشہ خطرات میں گرفتار اور اندیشوں کا شکار تھی، اور ایک وحشی اور جنگلی قوم (جو پہاڑ کی اوٹ میں تھی) کے حملوں کا نشانہ بنتی تھی، قرآن اور

[1] ایضاً، ۸۷، ۸۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے صحف سماوی میں اس قوم کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے [1]

یہ قوم باہم دست و گریباں اور خانہ جنگی کا شکار تھی، اور اس کے افراد ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ — اور اس روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ سمندر کی

[1] اس مسئلہ میں سید قطب نے جو رائے ظاہر کی ہے اس سے ہم کو پورا اتفاق ہے وہ کہتے ہیں :-

"ہم قطعیت کے ساتھ اس جگہ کا تعین نہیں کر سکتے جہاں دو دروں کے درمیان ذوالقرنین کا گزر ہوا تھا۔ نہ وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دو درے کیا تھے اور کیسے تھے؟ نص سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسی وادی یا گزرگاہ میں پہنچے جو دو طبعی یا مصنوعی دروں کے درمیان واقع تھی، اور جس میں کوئی پسماندہ اور کمزور قوم رہتی تھی، (لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا) جو ان کی بات بھی ٹھیک سے نہیں سمجھ پاتے تھے"۔ (ج ۱۳، ص ۱۳)

جہاں تک یاجوج ماجوج کا تعلق ہے ان کی قومیت و وطینت کے تعین اور ان کے زمانۂ خروج اور پشتہ کی تباہی و بربادی کا مسئلہ ہے اس کی بحث بہت طویل ہے اور وہ تفسیر کی کتابوں اور احادیث میں قربِ قیامت کی علامات اور لڑائیوں کے تذکرہ کے باب میں مذکور ہے لیکن بالکل صحیح تعین اور جزم کے ساتھ کسی نتیجہ پر پہنچنا آسان نہیں۔ اس لیے اس سلسلہ میں متقدمین و متاخرین نے جو کلام کیا ہے (اگرچہ اس کی مقدار و تعداد بھی زیادہ نہیں) ۔ اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاہم احادیث کا وہ حصہ جو فتن و ملاحم اور قربِ قیامت کی تفصیلات و واقعات سے متعلق ہے کسی ایسے عالی ہمت، علومِ دینیہ کے جوہر شناس اور تاریخ کے ماہر شخص کا اب بھی منتظر ہے جو صبر آزما بحث و جستجو اور تحقیق و مطالعہ سے کام لے کر اس پر غور کرے۔ مخلص اور صحیح العقیدہ ہو اس لیے کہ یہ موضوع بہت اہم، دقیق اور وسیع ہے اور بہت احتیاط اور کاوش کا محتاج ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِی بَعۡضٍ۔[1] موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں۔

انہوں نے محسوس کیا کہ یہ موقع بہت قیمتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک طاقتور اور صالح بادشاہ کا پردۂ غیب سے انتظام کر دیا ہے۔ انہوں نے ان سے درخواست کی کہ ان وحشی انسانوں، ظالموں، اور فسادیوں سے حفاظت کی کوئی صورت کر دیں اور اپنے عظیم وسائل اور کثیر فوج کے ذریعہ کوئی ایسا پشتہ اور دیوار بنا دیں جو یاجوج ماجوج کا راستہ روک دے۔ انہوں نے اس کے لیے یہ پیشکش بھی کی کہ مالی طور پر وہ اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

اس صالح مرد نے ان کی یہ درخواست قبول کی، ان سے اس پشتہ کی تعمیر کا وعدہ کیا۔ لیکن بہت سے لالچی اور حریص بادشاہوں اور حکمرانوں کے برعکس ان کی مالی مدد قبول نہیں کی، بلکہ جو کچھ اللہ نے ان کو دے رکھا تھا، اسی کو صرف کیا، انہوں نے یہ کہا کہ اپنے زور بازو کے ذریعہ نیز وہاں جو فولاد پایا جاتا ہے، اس کے ذریعہ وہ مدد کریں۔

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي	ذوالقرنین نے کہا "میرے پروردگار نے جو میرے
خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ	قبضہ میں دے رکھا ہے، وہی میرے لیے بہتر ہے
أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ	(تمہارے خراج کا محتاج نہیں) مگر تم اپنی قوت سے
رَدْمًا ۝ آتُونِي زُبَرَ	(اس کام میں) میری مدد کرو، میں تمہارے اور یاجوج
الْحَدِيدِ۔[2]	ماجوج کے درمیان ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دوں گا

(اس کے بعد اس نے حکم دیا) لوہے کی سلیں میرے لیے مہیا کر دو۔"

سب نے مل کر اس مبارک و کارآمد پشتہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔ ایک طرف اس صالح سلطان کی حکمت و صناعی تھی، دوسری طرف محنت و مزدوری اور ضروری سامان

[1] سورہ کہف - ۹۹

[2] سورہ کہف - ۹۵، ۹۶ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی فولاد تھا۔

حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْہِ قِطْرًا[1]	پھر جب (تمام سامان مہیا ہو گیا، اور) دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار اٹھا کر ان کے برابر بلند کردی، تو حکم دیا بھٹیاں سلگاؤ اور اسے دھونکو" پھر جب (اس قدر دھونکا گیا کہ) بالکل آگ (کی طرح لال) ہو گئی، تو کہا "گلا ہوا تانبا لاؤ، اس پر انڈیل دیں۔

بالآخر یہ پشتہ بن کر تیار ہوا، اور اس کی وجہ سے ساری قوم ان دونوں پہاڑوں کے پیچھے بسنے والے دشمنوں سے محفوظ ہو گئی۔

فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْہَرُوْہُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَہٗ نَقْبًا[2]	چنانچہ (اس طرح) ایک ایسی سد بن گئی کہ یاجوج اور ماجوج، نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے، نہ اس میں سرنگ لگا سکتے تھے!

حکیم و دانا مومن کی بصیرت اور دینی سمجھ:

یہ وہ موقع ہے جہاں اس طاقتور بادشاہ کے دل میں جو قوموں کا فاتح اور جہانگیرد جہاں کشا تھا۔ ایمان نے جوش مارا، نہ ان کے دل میں خود پسندی کی کوئی لہر پیدا ہوئی نہ غفلت یا تکبر کا سایہ ان پر پڑ سکا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ "اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ[3]" بلکہ اس سب کا انتساب انہوں نے اللہ کی طرف کیا اور اس دھوکہ میں نہیں پڑے کہ ان کا یہ کارنامہ لافانی اور یہ پشتہ ناقابل تسخیر ہے، انہوں نے ایک صاحب بصیرت اور صاحب فراست مومن کی طرح جو آخرت پر یقین رکھتا ہے، اور انسانی

---

[1] سورہ کہف - ۹۶

[2] ایضاً، ۹۷ - [3] یہ سب کچھ تو مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے (قصص)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزوری و ناتوانی اور زمانہ کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ ہے صرف یہ کہا :-

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ [1]

ذوالقرنین نے (تکمیل کار کے بعد) کہا یہ (جو کچھ ہوا، تو فی الحقیقت) میرے پروردگار کی مہربانی ہے، جب میرے پروردگار کی فرمائی ہوئی بات ظہور میں آگئی، تو وہ اُسے ڈھا کر ریزہ ریزہ کردے گا (مگر اس سے پہلے کوئی ڈھا نہیں سکتا) اور میرے پروردگار کی فرمائی ہوئی بات سچ ہے، ٹلنے والی نہیں!"

یہ اس با اقتدار و با جبر انسان کا کردار ہے، جو قطعی طاقتوں اور مادی وسائل کو مسخر کر لیتا ہے، اور اسباب و ذرائع کی زمام اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے، اس کی فتوحات اور کارناموں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے، لیکن اپنی مادی قوت اور اقتدار و سلطنت کے انتہائی عروج اور وسعت کے موقع پر بھی وہ اپنے رب کو نہیں بھولتا، اس کے سامنے اس کا سر ہمیشہ خم اور گردن جھکی رہتی ہے۔ آخرت اس کے مدنظر ہوتی ہے، اور اس کے لیے وہ ہر وقت کوشاں اور لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ اپنے ضعف و ناتوانی کا اقرار کرتا ہے، انسانیت اور کمزور اقوام کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہے۔ حق کی حمایت کرتا ہے۔ اور اپنی ساری قوت و صلاحیت، سعی و جد و جہد، اور ذرائع و وسائل انسانیت کی خدمت صالح سوسائٹی کی تعمیر، اعلاء کلمۃ اللہ اور انسانوں کو اندھیروں سے روشنی میں لانے اور مادیت کی بندگی سے خدا کی بندگی میں داخل کرنے پر صرف کرتا ہے۔ یہ وہ کردار ہے جس کی نمائندگی سلیمان بن داؤد علیہ السلام اپنے عہد میں ذوالقرنین اپنے زمانہ میں خلفاء راشدین اپنے دور میں، اور ائمہ اسلام مختلف زمانوں اور ملکوں میں برابر کرتے رہے

---

[1] سورہ کہف ۹۸ -

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالقِ کائنات سے بغاوت مغربی تہذیب کا مزاج ہے

تاریخ کے چند افسوسناک سانحوں میں ایک المناک سانحہ اور انسانیت کی ایک بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ مغربی تہذیب ایک ایسے عہد میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی جس میں دین سے بغاوت اور ایمان بالغیب کا انکار عام ہو چکا تھا، یہ ایک ایسی قوم کے درمیان پیدا ہوئی جو ان تمام لوگوں سے باغی تھی، جو دین کے دعوے دار بن کر اس کو اپنی نفسانی خواہشات، انانیت اور مفادات کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہے تھے، ان کی غلط کرداری، تعصب، وحشت، ترقی سے نفرت اور عقل اور علم کی راہ میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے وہ ان سے حد درجہ بیزار اور متنفر تھی[1]۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمدن وصنعت کا نشو و نما اور زندگی کی نئی تنظیم خالص مادی بنیادوں پر ہونے لگی، معاشرہ اور انسانی افراد کا تعلق ان کے پیدا کرنے والے اور کائنات کے خالق و مالک سے ٹوٹ گیا یہ سب ایک سلسلۂ اسباب کا نتیجہ تھا، جس میں مزاج، افتادِ طبع، حالات کا تقاضہ اور یورپ کے مخصوص نظامِ زندگی سب کو دخل ہے، اس تہذیب کا ارتقا اور نشو و نما الحاد اور اخلاقی فساد کے ساتھ ہوا۔ دوسری طرف اسباب و ذرائع کی تسخیر صنعتی ترقی، اور طبعی علوم میں وہ اپنی انتہا کو پہنچ گئی، فاصلے اور مسافتیں معدوم ہو گئیں اور انسان کرۂ ہوائی سے پار ہو گیا اور آخر میں اس نے چاند پر بھی اپنا قدم رکھ دیا۔ اس کے علاوہ طبعیات و فلکیات کے میدان میں بکثرت دوسری فتوحات اس نے حاصل کیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی مادی طاقت، طبعی قوتوں کی تسخیر، کائنات پر اقتدار کفر اور مادہ پرستی کے ساتھ بالکل گھل مل گیا ہے، اور یہ مغربی تہذیب کی مخصوص

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر"، (فصل اول باب چہارم)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامت، اس کی امتیازی خصوصیت اور نمایاں پہچان بن گئی ہے، ہم کو کسی ایسی تہذیب اور تمدن کا علم نہیں جو اس درجہ مادی قوت رکھنے کے ساتھ مذاہب و اخلاق سے اس درجہ برسرِ جنگ ہو، خالقِ کائنات اور اس کی بنائی ہوئی شریعت اور دستور و قانون کا اس طرح باغی و منکر اور مادیت کی پرستش، نفس کی غلامی اور ربوبیت کے دعوٰی میں اس طرح مبتلا ہو جس طرح یہ مغربی تہذیب!

مادی تمدن کا نقطۂ اختتام:

ہم نے ابھی ذکر کیا کہ مغربی تہذیب کا نشو و نما اس طرح ہوا ہے، کہ کائنات کا اقتدار اس کو حاصل ہے۔ لیکن وہ خدا کی منکر اور عادت کی اسیر بھی ہے، اس کے ذمہ دار اور نمائندے اپنی قوت اور صنعت کے سوا اور کسی چیز پر یقین نہیں رکھتے، اور اپنی مصلحت اور غرض کے سوا کسی اور چیز کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کے بڑے مراکز —— امریکہ یورپ اور روس —— کبھی اعلان کے ساتھ اور کبھی بغیر اعلان کے، غیبی حقائق، روحانیت، اخلاق، اور آسمانی نظام سے مستقل برسرِ پیکار ہیں، اور حالتِ جنگ میں ہیں، اور اب وہ زمانہ قریب ہے کہ جب یہ تہذیب، مادیت اور صنعتی ترقی نقطۂ اختتام پر پہنچ جائے گی اور اس کا وہ سب سے بڑا نمائندہ اور ذمہ دار ظاہر ہو گا جس کو نبوت کی زبان میں دجّال کہا گیا ہے، اور جو ایک طرف مادی اور صنعتی عروج اور دوسری

لہ جن احادیث میں دجال کا ذکر آیا ہے اور اس کے اوصاف و علامات بیان کیے گئے ہیں وہ تواترِ معنوی کی حد تک پہنچ چکی ہیں، ان میں صاف اس کی صراحت ہے کہ وہ ایک معیّن شخص ہو گا جس کے کچھ معیّن صفات ہوں گے، وہ ایک خاص اور معیّن زمانہ میں ظاہر ہو گا (جس کی صحیح تاریخ اور وقت سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا ہے) نیز ایک معیّن قوم میں ظاہر ہو گا جو یہود ہیں۔ اس لیے ان تمام وضاحتوں کی موجودگی میں نہ اس کے انکار کی گنجائش ہے نہ ضرورت، احادیث میں اس کا بھی (باقی بر صفحہ ۱۲۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف کفر، مادیت والحاد کی دعوت، طبعی قوتوں کی پرستش، اور اس کے مسخر کرنے والوں کی غلامی و بندگی کے بالکل آخری اور انتہائی نقطہ پر ہو گا، اور یہ عہد آخر کا سب سے بڑا فتنہ، دنیا کی سب سے بڑی مصیبت، اور اس مادی تہذیب کا نقطۂ عروج یا نقطۂ اختتام ہو گا، جو کئی سو برس پہلے یورپ میں ظاہر ہوئی تھی۔

دجّال کی علامتِ کفر، فساد، اور تباہ کاری:

اور جو کچھ گزرا ہے، وہ سب اس مادی، صنعتی اور مشینی تہذیب کی تصویر ہے جو بالآخر اپنی انتہا کو پہنچنے والی ہے۔ اور جس کا جھنڈا آخر میں دجّال کے ہاتھ میں ہو گا۔ لیکن صرف یہی بات اس کو دجّال بنانے کے لیے کافی نہیں، لسان نبوت نے اس کی جس تفصیل، تاکید اور اہتمام کے ساتھ مذمت کی ہے۔ اس کے فتنہ اور ابتلا سے

(بقیہ صفحہ ۱۱۹) تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ فلسطین میں ظاہر ہو گا۔ اور وہاں اس کو عروج و غلبہ حاصل ہو گا۔ درحقیقت فلسطین وہ آخری اسٹیج ہے جہاں ایمان و مادیت اور حق و باطل کی یہ کشمکش جاری ہے اور منظر عام پر آنے والی ہے ایک طرف اخلاقی اور قانونی حقوق رکھنے والی قوم ہے جن کا سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ دین اور دعوت الی اللہ کے حامل ہیں اور انسانیت کی فلاح اور مساوات کے داعی ہیں، دوسری طرف وہ قوم ہے جو ایک خاص نسل اور خون کے تقدس و برتری کی قائل ہے اور پورے عالم اور انسانیت کے سارے وسائل کو اس نسل اور عنصر کے اقتدار و سیادت کے اندر لے آنا چاہتی ہے اور فنی صلاحیتوں اور علوم طبیعہ کے وسائل و ذرائع کا بہت بڑا ذخیرہ اس کو حاصل ہے، انسانیت کے اس حقیقی اور فیصلہ کن معرکہ کے آثار مشرق عربی اور مشرق اسلامی کے افق پر اب ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور حالات و واقعات وہ مناسب فضا اور ماحول تیار کر رہے ہیں۔ جس میں یہ کہانی اپنے سچے کرداروں کے ساتھ دہرائی جائے گی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح ڈرایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات اس سے زیادہ اہم ہے، اسباب و وسائل اور قوت مادی حضرت سلیمانؑ کو بھی حاصل تھی اور ذوالقرنین کو بھی، اور قرآن مجید نے دونوں کی طاقت، ذرائع و وسائل کی تسخیر، نیز سرعت و تیز رفتاری کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے ہمیں سوچنا چاہیے کہ وہ خط فاصل کیا ہے جو ان کو دجال سے علیحدہ کرتا ہے وہ کون سی نازک لائن ہے، جو ایک صالح و پاکباز اور باخبر و بااختیار بادشاہ میں، جس کی تعریف قرآن مجید میں یہ آئی ہے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۝ [۱] — بڑا ہی اچھا بندہ ہے، وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہے۔

اور ایک فتنہ انگیز اور عالم آشوب شخصیت میں امتیاز پیدا کرتی ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار متنبہ کیا ہے، اپنی امت کو بار بار اس سے ڈرایا ہے، اور بہت اہتمام کے ساتھ اس کی تشریح، وضاحت اور تاکید کی ہے۔

یہ حد فاصل اور سرحدی خطہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور ذوالقرنین (نیز اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس طرح کے جتنے نمونے انفرادی یا اجتماعی شکل میں سامنے آئے) ان کے اندر فائق قوت، ملکی وسعت و استحکام، غیر معمولی اور حیرت انگیز حکمت و فراست، بہترین اور اعلیٰ مقاصد، دعوت الی اللہ اور اپنے علم و حکمت اور قوت و صلاحیت کو ہدایت، بنی نوع انسان کی فلاح، اور عدل و انصاف کے لیے استعمال کرنے کی خواہش اور صلاحیت کا بہترین اجتماع تھا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے ہیں:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ — یہ مظلوم مسلمان، وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب اقتدار کر دیا، (یعنی ان کا حکم چلنے لگا)

---

[۱] سورۂ ص ۔ ۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ[1]

تو وہ نماز کا نظم، قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے برائیاں روکیں گے، اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ[2]

وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کردیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔

اس کے برعکس دجال کی پہچان، علامت اور خصوصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بتائی وہ "کفر" ہے، جو اپنے وسیع تر معانی پر مشتمل ہے، حدیث صحیح میں آتا ہے:

انه مكتوب بين عينيه ك ف ر يقرأه كل مومن كاتب او غير كاتب[3]

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان، ک، ف، ر لکھا ہوگا جس کو ہر مومن پڑھ سکے گا، خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو۔

زندگی اور معاشرہ پر دجّال کا اثر:

احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت داعی اور گرم جوش، چست و چالاک اور مذاہب و اخلاق کے مقابلہ میں کفر اور بغاوت کا علمبردار ہوگا، ایک دوسری حدیث میں ہے۔

[1] سورۂ حج - ۴۱ [2] سورۂ قصص ۸۳ - [3] صحیح بخاری -

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فواللہ ان الرجل لیأتیه وهو یحسب انه مومن فیتبعه مما یبعث به الشبهات[1]۔	خدا کی قسم آدمی اس کے پاس آئے گا وہ سمجھتا ہوگا کہ وہ مومن ہے، پھر اس کا تبع بن جائے گا، ان شبہات کی وجہ سے جو وہ اس کے دل میں پیدا کر دے گا۔

...کا معاملہ اتنا آگے بڑھے گا اور اس کی دعوت اس قدر عام ہو گی کہ کوئی گھرانہ اور خاندان ...سے محفوظ نہ رہے گا، نہ عورتیں اور نہ لڑکیاں اس کے اثر اور سحر سے آزاد رہ سکیں ...گھر کا بڑا اور ذمہ دار اپنے گھر والوں، اپنی بیوی اور عورتوں اور لڑکیوں پر کوئی کنٹرول ...نہ رکھ سکے گا، اور سب شتر بے مہار ہو جائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ:

ینزل الدجال بهذه السبخة بمرقناة فیکون اکثر من یخرج الیه النساء حتی ان الرجل لیرجع الی امه وابنته واخته وعمته فیوثقها رباطا مخافة ان تخرج الیه۔	دجال آکر اس شور قطعۂ زمین مرقناة " میں پڑاؤ کرے گا، آخر میں اس کے پاس عورتیں گھروں سے نکل کے جائیں گی یہاں تک کہ آدمی اپنی ماں، اپنی بیٹی، اپنی بہن، اور اپنی پھوپھی کے پاس جائے گا، اور ان کو باندھ کے مقید کر دے گا، اس اندیشہ سے کہ یہ دجال کے پاس جائیں

سوسائٹی کا فساد اور اخلاقی انحطاط اور زوال اس درجہ پر پہنچ جائے گا کہ حدیث ...کے الفاظ ہیں:

فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون	صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو چڑیوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی سی

[1] ابوداؤد۔ [2] طبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معروفا و لا ينكرون منكراً[1] — عقلیں رکھنے والے ہوں گے نہ اچھائی کو وہ اچھائی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی۔

موجودہ پرستانہ اور کافرانہ تہذیب کی یہ وہ بلیغ تعبیر اور زندہ تصویر ہے جس میں اس کے نقطۂ عروج کا نقشہ پیش کر دیا گیا ہے، اور اس کے اہم مرکزوں اور قلعوں کی بہت واضح طور پر نشان دہی کر دی گئی ہے، یہ دراصل نبوت کے ان لافانی معجزوں میں سے ایک معجزہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جامع و مانع کلام کا ایک بہترین نمونہ ہے جس کے عجائبات و کمالات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کی تازگی اور جدت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ تہذیب میں ایک طرف پرندوں کا سا ہلکاپن ہے کہ وہ فضاؤں میں اڑ رہی ہے اور ہوا کو تسخیر کر رہی ہے۔ اور اس نے جدید انسان کو پرندہ سے تیز رفتار اور سبک بنا دیا ہے۔ دوسری طرف اس میں درندگی، خونخواری اور مردم آزاری کی وہ صفت ہے جس سے وہ پورے پورے ملکوں اور قوموں کو نیست و نابود کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کرتی، اور نہ صرف لہلہاتی فصلوں اور گل و گلزار زمینوں کو بلکہ باغ انسانی کو اس طرح تباہ و برباد کرتی ہے کہ اس کی نظیر تاریخ میں نظر نہیں آتی، اور یہ سب عیش و آرام، رزق کی فراوانی، راحت و آسائش اور آرائش و زیبائش کے اس ساز و سامان اور اسباب و وسائل کے ساتھ ہے جو شائد تاریخ کے کسی اور دور میں اتنی کثرت و عمومیت سے مہیا نہ ہوئے تھے۔

حدیث میں آتا ہے:-

وهم في ذلك دار رزقهم حسن عيشهم[2] — اس حالت میں ان کا رزق مینہ کی طرح برس رہا ہوگا اور عیش کے سب سامان مہیا ہوں گے۔

---

[1] صحیح مسلم (روایت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ)

[2] صحیح مسلم (روایت عبداللہ بن عمروؓ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں:

یہ تہذیب جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اس عالم مادی اور حیات دنیوی کے سوا ہر چیز کی منکر ہے، اور اس نے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں اسی زندگی کی ترقی و خوشحالی اور تفریح و خوش طبعی پر مرکوز کر دی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کی آخری آیات کے ضمن میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس بات سے آگاہ کیا ہے، اور اس میں مادی تہذیب کے تمام علمبرداروں اور ذمہ داروں اور عالم اسلام میں ان کے وفادار اور ہونہار شاگردوں کو اور زیادہ تعین کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ اور ان کی ایسی نازک اور سچی تصویر کھینچ دی گئی ہے جس میں ان کے خدوخال اور چہرہ کا اُتار چڑھاؤ تک اُبھر آیا ہے۔ یہ وہ آیات ہیں، جن میں ملحدانہ مادیت اور اس کے دجالی رہنماؤں کا پردہ فاش کیا گیا اور ان کے اصل کردہ کردار کو ظاہر کر دیا گیا ہے۔

إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ [1]	جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے ملک میں خرابی نہ پھیلاؤ (اور بدعملیوں سے باز آجاؤ) تو کہتے ہیں (ہمارے کام خرابی کے باعث کیسے ہو سکتے ہیں) ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں۔

یہ تصویر ان ہیولوں پر سب سے زیادہ منطبق ہے جنہوں نے تازیانوں اور تنبیہوں سے اتنی بھری ہوئی اور طویل تاریخ کے باوجود آخرت کو فراموش کر دیا، اس سے ان کی عالمی سرگرمیوں پر بھی زد پڑتی ہے، جس نے عقل و حکمت، صنعت و سائنس، سیاست حکومتوں کے انقلاب اور بغاوتوں میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور اپنی غیر معمولی

[1] سورہ بقرہ - ۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکاوت اور فکری و عملی صلاحیتوں کو صرف تخریبی اور منفی مقاصد، انتشار پیدا کرنے اور انارکی پھیلانے، طاقت کے لیے کشمکش، اور ایک نسل یعنی مقدس نسل اسرائیلی کی برتری اور صرف ایک قوم یعنی اللہ کی "پسندیدہ امت" کی سیادت پر مرکوز کریں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝[1]	(اے پیغمبر!) تو کہہ دے "ہم تمہیں خبر دیدیں کون لوگ اپنے کاموں میں سب سے زیادہ نامراد ہوئے وہ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں اور وہ اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ بڑا اچھا کارخانہ بنا رہے ہیں!" یہی لوگ ہیں کہ اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کے حضور حاضر ہونے سے منکر ہوئے، پس ان کے سارے کام اکارت گئے اور اس لیے قیامت کے دن ہم ان (کے اعمال) کا کوئی وزن تسلیم نہیں کریں گے۔

علم اور عقل انسانی کی کوتاہ نظری :

قرآن مجید کائنات کے اس محدود تصور اور ناقص علم انسانی پر دوبارہ ضرب لگاتا ہے جو اس وسیع کائنات کا علم رکھنے کا دعویدار ہے، اور ارض و سما، مخلوقات و موجودات ستاروں اور سیاروں، بر و بحر، فضا اور خلائے بسیط نیز علم الٰہی سے تعلق رکھنے والی تمام اشیاء کو بھی اپنے علم کا پابند اور تنگ و تازگی زد میں سمجھتا ہے، اور علم کے یہ نام نہاد علم کائنات کی خوب تشہیر کرتے ہیں، اور اس پر بہت ناز کرتے ہیں، حالاں کہ ان کے معلومات سمندر کے ایک قطرہ اور صحرا کے ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں پہنچ سکے ہیں، یہ خود پسندی

[1] سورہ کہف ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فخر و غرور، اپنے معلومات و تحقیقات اور کسی خاص دور کے انسانی علم کے ذخیرہ پر حسد سے بڑھا ہوا اعتماد اور اس کے سوا ہر چیز سے انکار، یہ تکبر، خودرائی، خودستائی، فکر کی تنگی اور نظر کی پستی وہ ابتدائی "جرثومہ" یا مادہ ہے جس نے مادیت کو اپنے سارے معانی و مقاصد کے ساتھ یا یوں کہیے کہ اپنے تمام شرور و مفاسد کے ساتھ وجود بخشا ہے۔

یہ وہ بگڑی ہوئی انسانی نفسیات ہے، جس نے کبھی ظلم و سرکشی پر آمادہ کیا ہے کبھی الوہیت و ربوبیت کے دعویٰ پر اکسایا ہے، اسی نے ان لوگوں پر ظلم کروایا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح معرفت اور دوررس و عمیق نظر سے نوازا ہے، (جیسا کہ اصحاب کہف کے قصہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے) اور صرف حاضر و موجود پر ایمان متاع عارضی اور سراب زندگی سے عشق، دنیا میں ہمیشہ رہنے و آرام کے سامان باقی رہنے کا یقین نیز ہر اس شخص کی تحقیر پر آمادہ کیا ہے جو اس سامان ظاہری میں تہی دست و کم مایہ تھا۔ جیسا کہ دو باغ والے کے قصہ میں گزرا ہے، کبھی یہ محدود علم انسانی ہر اس چیز پر استعجاب و حیرت پیدا کرتا ہے، جو پہلی نظر میں غلط یا عقل کے معیار اور مشاہدہ احساس کی میزان کے خلاف معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ ؑ و خضر ؑ کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے۔

کبھی یہ محدود، عاجز اور قاصر نگاہ خطا کر جاتی ہے، اور دور کو قریب اور مجاز کو حقیقت سمجھ لیتی ہے۔ جس طرح ذوالقرنین کو یہ محسوس ہوا کہ سورج ایک گندے چشمہ میں ڈوب رہا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ (سورہ کہف ۸۶)	(اور پچھم کی طرف نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ (چلتے چلتے) سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا، وہ اسے سورج ایسا دکھائی دیا، جیسے ایک سیاہ دلدل کی جھیل میں ڈوب جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا جس طرح ملکۂ سبا کو شیشے کے محل میں داخل ہو کر یہ دھوکہ ہوگیا کہ اس کے فرش پر پانی بہہ رہا ہے چنانچہ اس نے جلدی سے اپنے پائنچے چڑھا لیے:

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ	اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو اس نے
حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن	جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور
سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ	اترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے
مِّن قَوَارِيرَ[1]	اٹھا لیے۔ سلیمان نے کہا یہ شیشے کا چکنا
	فرش ہے۔

اس سورہ کا اختتام بھی اس کے آغاز و مقدمہ کے ساتھ ہم آہنگ و یک زبان ہے اس میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم انسان کے علم سے زیادہ عظیم اور یہ کائنات انسان کے تصور سے زیادہ کشادہ اور وسیع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات (اپنے وسیع مفہوم میں[2]) انسان کے احاطہ سے باہر اس کی دسترس سے ماوراء ہیں، اور اگر سارے درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر روشنائی میں تبدیل ہو جائیں تب بھی

[1] سورۂ نمل۔ ۴۴ (اس قصہ کی تفصیل سورۂ نمل میں بیان کی گئی ہے)۔

[2] علامہ آلوسی "روح المعانی" میں لکھا ہے کہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم و حکمت ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے عجائبات و اسرار ہیں جب وہ ان کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو ایک کلمہ "کن" سے ظاہر فرما دیتا ہے۔

[3] علم جدید نے کائنات کی وسعت ستاروں کے باہمی فاصلوں، زمین سے ستاروں کی دوری روشنی کے سفر اور ایک ایک کہکشاں میں ستاروں کی تعداد، نظام شمسی کی کثرت سورجوں اور ستاروں کے حجم اور وزن، وہ عجیب و غریب اور نازک و لطیف قوانین فطرت اور اسباب جاذبیت جو اس عظیم کائنات میں جاری ہیں اور خلائے بسیط میں ان کے درمیان صحیح تناسب اور ضروری توازن باقی رکھتے ہیں اور اس زمین پر زندگی کی بقا کے ضامن ہیں نیز خشکی اور تری کے تناسب اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے کلمات کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکتے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ (سورہ کہف، ۱۰۹)

(اے پیغمبرؐ) اعلان کر دے، اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے دنیا کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا مگر میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی، اگر ان سمندروں کا ساتھ دینے کے لیے ویسے ہی سمندر اور بھی پیدا کر دیں، جب بھی وہ کفایت نہ کریں۔

سُورۂ لقمان میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سُورۂ لقمان۔ ۲۷)

زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی، بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔

www.KitaboSunnat.com

نبوّت کی ضرورت اور نبی کا امتیاز:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ اگر یہ کائنات اپنی وسعت اور موجودات کی کثرت کی وجہ سے انسانی طاقت اور بشری صلاحیت سے باہر ہے، اور

(بقیہ صفحہ سابقہ) اثرات و فوائد پر جو روشنی ڈالی ہے وہ پہلے کسی کے خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی، فلکیات کے دوسرے علوم و حقائق، علم الحیاۃ، علم تشریح، علم الحیوان، علم النبات اور دوسرے علوم و فنون اس کے علاوہ ہیں، یہ وہ علوم ہیں جن کا تصور اور خواب بھی ماضی میں مشکل تھا، علم کی ایک ایک شاخ پر پوری پوری لائبریری وجود میں آ چکی ہے، اس کے لیے بہترین تجربہ گاہ قائم کی جا چکی ہیں اور یہ سب معلومات ان مجہولات کے علاوہ ہیں جن کا حصہ معلومات سے کہیں زیادہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انکے درمیان کوئی تناسب ہی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے روئے زمین کے تمام درختوں کے قلم اور ساتوں سمندروں کی روشنائی ناکافی ہے اور یہ سب چیزیں عقل انسانی اور علم انسانی سے ماوراء اور برتر و بالا ہیں تو پھر پروردگار کے عرفان اور اس کی صفات و آیات کے علم، زندگی کے معمہ کے حل اور نجات و فلاح کے راستہ کی طرف رہنمائی کا آخر کیا طریقہ ہوگا؟ اور نبی کا جو خود بھی ایک بشر ہے دوسروں پر کیا امتیاز سمجھا جائے گا جب کہ یہ بات ہم پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ انسان کی عقل قاصر اور علم محدود ہے، ان سارے سوالات اور اشکالات کا جواب یہ آیت دیتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد ہوا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔[1]

(نیز) کہدے "میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے اس کے سوا کوئی نہیں"

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ اس امتیاز و خصوصیت کا راز اور معرفت صحیحہ اور ایمان و عرفان کا سرچشمہ جس کے بغیر انسان کی فلاح و کامرانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، صرف "وحی الٰہی" ہے:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۔[2]

میں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے۔

آخری بات:

اللہ تعالیٰ اس سورت کو آخرت کے ذکر، اس کی اہمیت کے اظہار، اور اس کی

[1] سورۂ کہف، ۱۱۰۔ [2] ایضاً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت و تبلیغ کو زندگی کی اساس اور ہر عمل کی بنیاد بنانے کی دعوت پر ختم کرتا ہے، یہاں بھی خاتمہ آغاز کے ساتھ مربوط اور اس روح کے ساتھ ہم آہنگ و ہم رنگ ہے جو پوری سورہ میں جاری و ساری ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ	پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا
فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا	ہے، چاہیے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی
وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ	بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے (بس، اسکے
أَحَدًا ٥ (سورہ کہف، ۱۱۰)	سوا میری کوئی پکار نہیں!)

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر.......02374.......

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی مذاہب

تصنیف : ابوزُہرہ مصری

ترجمہ : غلام احمد حریری ایم۔ اے۔

..شیخ ابوزہرہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ المذاہب الاسلامیہ مصر کے اس مائیہ ناز مصنف کی کاوش کا نتیجہ ہے جس کا ترجمہ جناب پروفیسر غلام احمد صاحب حریری نے نہایت شگفتہ انداز میں کیا ہے شیخ ابوزہرہ کی یہ کتاب "الملل والنحل" شہرستانی "الفصل" ابن حزم اور "الفرق بین الفرق" عبدالقادر بغدادی وغیرہ کی عربی کتب کا گویا نعم البدل ہے۔ کتاب کے سینکڑوں عنوانات میں سے صرف چند ایک نیچے دیے گئے ہیں تاکہ ایک ہی نظر میں اس کی افادی حیثیت سامنے آسکے۔

اہم عنوانات :

- مسلمانوں کے اختلاف کے اسباب
- سیاسی مذاہب
- سیاسی فرقوں کا دین سے ربط و تعلق۔
- خوارج کے فرقے
- اعتقادی مذاہب اور ان کی تفصیلات
- مسلمانوں کے اختلاف کی حدود
- مسئلہ خلافت میں اختلاف کے مراحل و ادوار
- شیعہ فرقے اور ان میں سے ہر ایک پر مکمل تبصرہ
- خلافت کے مسئلہ میں مسلک جمہور
- مسئلہ خلق قرآن
- جدید فرقے
- بہائی فرقہ
- قادیانیت

فاضل مصنف نے بہائیوں اور قادیانیوں کے بارے میں واضح طور لکھا ہے کہ ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کتابت طباعت اعلیٰ، کاغذ گلیز سفید۔ جلد عمدہ۔ گردپوش دیدہ زیب۔

صفحات : ۳۲۰ ــــ سائز $\frac{20\times 26}{8}$ ــــ قیمت ۹/۰۰ روپے

ملک برادرز پبلشرز۔ کارخانہ بازار۔ لائلپور پاکستان فون ۴۳۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم القرآن

تصنیف : ——— ڈاکٹر صبحی صالح (بیروت)

ترجمہ : ——— پروفیسر غلام احمد حریری ایم-اے

دقیق قرآنی مباحث و موضوعات پر آسان علمی زبان میں ایک معیاری تصنیف ہے۔ یہ کتاب فاضل مصنف ڈاکٹر صبحی صالح کی سالہا سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔

قرآن پاک کے تدریجی نزول اور اس کے بے پایاں علوم کے بارے میں تفصیلی بحث کر کے وحی الٰہی کے اسرار و رموز واضح کیے گئے ہیں۔ تفسیر کے علمی اسباق کی کلید ہونے کی وجہ سے محققین اور طلباء کے افادہ کے لیے اسے پروفیسر حریری صاحب نے نہایت ہی آسان اُردو زبان میں منتقل کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

قیمت پندرہ روپے ——— ۱۵/۰۰

ناشرین

ملک برادرز پبلشرز، کارخانہ بازار، لائلپور فون ۴۳۷۵، پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عُلُومُ الحدیث

تصنیف: ـــــــ ڈاکٹر صبحی صالح (بیروت)

ترجمۃ: ـــــــ پروفیسر غلام احمد حریری، ایم۔اے

دینی ذوق رکھنے والے اہل علم کے لیے

بیش بہا تحفہ

عصر حاضر میں کچھ بدعقیدہ لوگ اس سعی و جہد میں مصروف ہیں کہ حدیث نبوی سے انکار کر کے صرف قرآن حکیم ہی کو مخزن احکام دین قرار دیں۔ اور اس طرح بہت سے ایسے دینی احکام سے فراغت حاصل کر لیں جن کا اثبات حدیث نبوی سے ہوتا ہے

فاضل مصنّف نے

اس کتاب میں ان لوگوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی ہے

ایم۔اے اسلامیات کے طلباء خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں۔

صفحات ـــــــ ۵۳۰	طباعت ـــــــ آفسٹ
سائز ـــــــ کلاں	قیمت ـــــــ ۱۵/۰۰

ملک برادرز پبلشرز، کارخانہ بازار، لائلپور پاکستان فون ۴۳۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے عظیم مفکّر اور مفسّر قرآن

مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے

تزکیۂ نفس

اہل تصوّف کے فرسودہ اور غلط نظریّات پر کڑی تنقید

اسلام میں تزکیۂ نفس کی جو اہمیّت ہے وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن حکیم میں بعثت انبیاء کا مقصد نفوسِ انسانی کا تزکیہ بیان فرمایا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے اُمّت میں پیشہ ور خرقہ پوشوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس نے اتباع شریعت کے بجائے "علوم باطنی" کے درس دینے شروع کر دیے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے قرآن و سنت اور دین اسلام کے مجموعی مزاج سے استدلال کر کے اس اعتقاد کی غلط فہمیوں اور اس سے پیدا شدہ مہلک نتائج پر کامیاب تنقید کی ہے۔

سائز ۱۸×۲۲/۸ ضخامت ۳۴۴ صفحات۔ مجلد کپڑا۔ سنہری ڈائی۔

قیمت ——— چھ روپے ۶/۰۰

ناشرین ملک برادرز پبلشرز کارخانہ بازار لائلپور پاکستان فون ۴۳۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری مطبوعات

○ **حدیثِ رسول کا تشریعی مقام:**

تصنیف مصطفٰے سباعی۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔ قیمت ۲۱ روپے

○ **اسلامی مذاہب:**

تصنیف ابوزہرہ مصری۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔ قیمت ۹ روپے

○ **علوم القرآن:**

تصنیف ڈاکٹر صبحی صالح۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔ قیمت ۱۵ روپے

○ **علوم الحدیث:**

تصنیف ڈاکٹر صبحی صالح۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔ قیمت ۱۵ روپے

○ **تزکیۂ نفس:**

تصنیف مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی ——— قیمت ۷/۵۰ روپے

○ **حیات امام احمد بن حنبلؒ:**

تصنیف ابوزہرہ مصری۔ ترجمہ رئیس احمد جعفری ——— قیمت ۱۵ روپے

○ **حیات امام ابوحنیفہؒ:**

تصنیف ابوزہرہ مصری۔ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے۔ قیمت ۲۱ روپے

ملک سنز براد رز پبلشرز کارخانہ بازار۔ لائلپور پاکستان
فون ۴۳۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ